رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

مسیح موعود کی صلحکاری اور امان کا اقرار

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انہ اوی القریہ

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

الحکم

چہ گویم باز گر آں جہاد رقادیاں بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

عوام خواص و معاونین سے ... صہ
ہندوستان سے باہر ... عہ
مذاہب والوں سے ... سے /۱۲
اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے اور طالب علموں سے ... صہ /۱۲

جلد (۸) | دار الامان قادیان مورخہ ۳۱ - اگست و ۱۰ - ستمبر ۱۹۰۴ء | نمبر ۲۹ و ۳۰



حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) لاہور میں

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں ہمنے لکھا تھا کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاہور تشریف بری کے متعلق ایک مفصل اور مستقل آرٹیکل ہم لکھنا شروع کریں گے۔ لیکن ۳ - ستمبر کو جو عظیم الشان جلسہ لاہور میں ہوا - اور جو لیکچر حضرت خلیفۃ اللہ کا اس میں پڑھا گیا اُس کا جلد تر شایع ہونا ضروری سمجھا گیا اور دوسرے حالات کا بعد میں شایع ہوجانا کچھ غیر موزوں اور نامناسب نہیں ہوگا - اس لیئے ہم ذیل میں اس جلیل الشان لیکچر کو جو اس سفر کی جان اور اصل غرض ہے - بغیر کسی قسم کی تمہید کے درج کرتے ہیں - اور مفصل حالات جو اس سفر کے متعلق ہم لکھنا چاہتے ہیں انکا سلسلہ اگلی اشاعت سے انشاء اللہ شروع کریں گے۔

(ایڈیٹر)

اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب

{وہ عظیم الشان لیکچر جو حضرت مسیح موعودؑ نے ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام لاہور دیا - ایڈیٹر}

اوّل میں اوس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے ایسی پُر امن گورنمنٹ کے سایہ میں جگہ دی ہے جو ہمیں اپنے مذہبی اشاعت سے نہیں روکتی اور اپنے عدل اور دادگستری سے ہر ایک کانٹا ہماری راہ سے دور کرتی ہے سو ہم خدا کے شکر کے ساتھ اس گورنمنٹ کا بھی شکر کرتے ہیں +

بعد اس کے۔ اے معزز سامعین اس وقت میں اون مذہبوں کی نسبت جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں - اور جہاں تک مجھے طاقت ہے میں تہذیب کی رعایت سے بات کرونگا تاہم میں جانتا ہوں کہ طبعًا بعض انسانوں کو اون سچائیوں کا سننا ناگوار معلوم ہوتا ہے جو ان کے عقیدہ اور مذہب کے مخالف ہوں سو یہ امر میرے اختیار سے باہر ہے کہ اس فطرتی نفرت کو دور کرسکوں۔ بہرحال میں سچائی کے بیان میں بھی ہر ایک صاحب سے معافی چاہتا ہوں +

اے معزز صاحبان - مجھے بہت سے غور کے بعد اور نیز خدا کی متواتر وحی کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ اس ملک میں مختلف فرقے بکثرت پائے جاتے ہیں اور مذہبی اختلافات ایک سیلاب کی طرح حرکت کر رہے ہیں - تاہم وہ امر جو اس کثرت اختلافات کا موجب ہے وہ درحقیقت ایک ہی ہے - اور وہ یہ ہے کہ اکثر انسانوں کے اندر سے قوت رُوحانیت اور خداترسی کی کم ہوگئی اور وہ آسمانی نور جس کے ذریعہ سے انسان حق اور باطل میں فرق کرسکتا ہے وہ قریبًا بہت سے دلوں میں سے جاتا رہا ہے - اور دنیا ایک دہریت کا رنگ پکڑتی جاتی ہے یعنی زبانوں پر تو خدا اور پرمیشور ہے اور دلوں میں ناستکمت کے خیالات بڑھتے جاتے ہیں - اس بات پر یہ امر گواہ ہے کہ عملی حالتیں جیسا کہ چاہئے درست نہیں ہیں - سب کچھ زبان سے کہا جاتا ہے مگر عمل کے رنگ میں دکھلایا نہیں جاتا - اگر کوئی پوشیدہ راستباز ہے تو میں اوس پر کوئی حملہ نہیں کرتا مگر عام حالتیں جو ثابت ہو رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ جس غرض کے لئے مذہب کو انسان کے لازم حال کیا گیا ہے وہ غرض مفقود ہے دل کی حقیقی پاکیزگی اور خدا تعالےٰ کی سچی محبت اور اوسکی مخلوق کی سچی ہمدردی اور حلم اور رحم اور انصاف اور فروتنی اور دوسرے تمام پاک اخلاق اور تقویٰ اور طہارت اور راستی جو ایک رُوح مذہب کی ہے۔ اوس کی طرف اکثر انسانوں کو توجہ نہیں۔ مقام افسوس ہے کہ دنیا میں مذہبی رنگ میں تو جنگ وجدل روز بروز بڑھتے جاتے ہیں - مگر روحانیت کم ہوتی جاتی ہے - مذہب کی اصلی غرض اوس سچے خدا کا پہچاننا ہے - جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اوس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق ہے اور اکثر لوگ دہریہ مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالےٰ کی شناخت بہت کم ہوگئی ہے اسی وجہ سے زمین پر دن بدن گناہ کرنے کی دلیری بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی شناخت نہ ہو نہ اوسکا قدر دل میں ہوتا ہے اور نہ اوس کی محبت ہوتی ہے اور نہ اوس کا خوف ہوتا ہے تمام اقسام خوف اور محبت اور قدردانی کے شناخت کے بعد پیدا ہوتے ہیں - پس اس سے ظاہر ہے - کہ آجکل دنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے اور سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اوس کی پہچان کے وسائل بہت سے اس میں موجود ہوں تاکہ انسان گناہ سے رک سکے اور تا وہ خدا تعالےٰ کے حسن وجمال پر اطلاع پاکر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے - اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالےٰ کی محبت میں محو ہوجانا انسان

کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں اور اون خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اوس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات بخشنے والی معرفت الٰہی ہے جو حقیقی اور کامل ہو کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے کامل معرفت کی ضرورت ہے - کیونکہ مثل مشہور ہے کہ لوہے کو لوہے سے ہی توڑ سکتے ہیں یہ امر زیادہ دلائل کا محتاج نہیں کہ قدردانی اور محبت اور خوف یہ تینوں معرفت یعنی پہچاننے سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ایک بچہ کے ہاتھ میں مثلاً ایک ایسا نگ ہیرہ کا دیا جائے جس کی کئی کروڑ روپیہ قیمت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اوس کی اوسی حد تک قدر کرے گا جیسا کہ ایک کھلونے کی قدر کرتا ہے اور اگر ایک شخص کو اوس کی لاعلمی کی حالت میں شہد میں زہر ملا کر دیا جائے تو وہ اوس کو شوق سے کھائیگا اور یہ نہیں سمجھیگا کہ اس میں میری موت ہے - کیونکہ اوس کو ایسے شہد کی معرفت نہیں لیکن تم دانستہ ایک سانپ کے سوراخ میں ہاتھ ڈال نہیں سکتے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ایسے کام سے مرنے کا اندیشہ ہے ایسا ہی تم ایک ہلاہل زہر کو دیدہ و دانستہ کھا نہیں سکتے کیونکہ تمہیں یہ معرفت حاصل ہے کہ اس زہر کے کھانے سے مر جاؤ گے پھر کیا سبب ہے کہ اوس موت کی تم کچھ بھی پروا نہیں کرتے کہ جو خدا کے حکموں کے توڑنے سے تم پر وارد ہو جائیگی ظاہر ہے کہ اس کا یہی سبب ہے کہ اس جگہ تمہیں ایسی معرفت حاصل نہیں جیسا کہ تمہیں سانپ اور زہر کی معرفت حاصل ہے یعنی اون چیزوں کی پہچان جو یقینی ہے اور کوئی منطق اس علم کو توڑ نہیں سکتی پس یاد رکھو کہ معرفت تامہ انسان کو اون تمام کاموں سے روکتی ہے جن میں انسان کے جان یا مال کا نقصان ہو اور ایسے رکنے میں انسان کسی کفارہ کا محتاج نہیں کیا یہ سچ نہیں کہ بدمعاش لوگ جو کیا جرائم کے عادی ہوتے ہیں ہزاروں ایسے نفسانی جذبات سے دستکش ہو جاتے ہیں جن میں وہ یقین رکھتے ہیں کہ دست بدست پکڑے جائینگے اور سخت سزائیں دیجائینگی - اور تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگ روز روشن میں ایسے دوکانوں کے لوٹنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے - جن میں ہزار ہا روپے کھلے پڑے ہیں اور اون کے رستہ پر سینکڑوں پولیس کے سپاہی ہتھیاروں کے ساتھ دورہ کر رہے ہیں - پس کیا وہ لوگ چوری یا استحصال بالجبر سے اس لئے رکتے ہیں - کہ کسی کفارہ پر اون کو پختہ ایمان ہے - یا کسی صلیبی عقیدہ کا اون کے دلوں پر اثر ہے - نہیں بلکہ محض اس لئے کہ وہ پولیس کی تلواروں کو پہچانتے ہیں - اور اون کی

تلواروں کی چمک سے اُن کے دلوں پر لرزہ پڑتا ہے اور اون سزاؤں کی معرفت تامہ حاصل ہے کہ وہ دست درازی سے ماخوذ ہو کر معاً جیلخانہ میں بھیجے جائینگے اور اسی اصول پر صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی پابند ہیں - ایک حملہ کرنے والا شیر جلتی ہوئی آگ میں اپنے تئیں نہیں ڈال سکتا گو کہ اوس کے دوسری طرف ایک شکار بھی موجود ہو - اور ایک بھیڑیا ایسی بکری پر حملہ نہیں کر سکتا جس کے سر پر مالک اوس کا معہ ایک بھری ہوئی بندوق اور کھینچی ہوئی تلوار کے کھڑا ہے - پس اے پیارو یہ نہایت سچا اور آزمودہ فلسفہ ہے کہ انسان گناہ سے بچنے کے لئے معرفت تامہ کا محتاج ہے - نہ کسی کفارہ کا - میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر نوحؑ کی قوم کو وہ معرفت تامہ حاصل ہوتی جو کامل خوف کو پیدا کرتی ہے تو وہ کبھی غرق نہ ہوتی - اور اگر لوطؑ کی قوم کو وہ پہچان بخشی جاتی تو اون پر پتھر نہ برستے - اور اگر اس ملک کو ذات الٰہی کی وہ شناخت عطا کی جاتی جو بدن پر خوف سے لرزہ ڈالتی ہے تو اوس پر طاعون سے وہ تباہی نہ آتی جو آگئی - مگر ناقص معرفت کوئی فائدہ پہنچا نہیں سکتی - اور نہ اوس کا نتیجہ جو خوف اور محبت ہے کامل ہو سکتا ہے - ایمان جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور محبت جو کامل نہیں - وہ بے سود ہے اور خوف جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور معرفت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے - اور ہر ایک غذا اور شربت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے - کیا تم بھوک کی حالت میں صرف ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو - یا پیاس کی حالت میں صرف ایک قطرہ سے سیراب ہو سکتے ہو - پس اے سست ہمتو اور طلب حق میں کاہلو - تم تھوڑی معرفت سے اور تھوڑی محبت سے اور تھوڑے خوف سے کیونکر خدا کے بڑے فضل کے امیدوار ہو سکتے ہو - گناہ سے پاک کرنا خدا کا کام ہے اور اپنی محبت سے دل کو پُر کر دینا اُسی قادر توانا کا فعل ہے اور اپنی عظمت کا خوف کسی دل میں قائم کرنا اوسی جناب کے ارادہ سے وابستہ ہے اور قانون قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفت کاملہ کے بعد ملتا ہے - خوف اور محبت اور قدردانی کی جڑھ معرفت کاملہ ہے - پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی - اوس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی ہے - اور جسکو خوف اور محبت کامل دی گئی اُس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی - پس ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں - اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے - بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں - جو اپنے نفس کی قربانی ہے - جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے - ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے - اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا - یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا - یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی

اور رضا سے گردن آگے رکھدینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے - پس اسلام کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ضرورت - اسی کی طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم - یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے تک پہنچ سکتے ہیں - اور نہ خون بلکہ صرف یہ قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو ۔ اب جاننا چاہیئے - کہ مذہب اسلام کے تمام احکام کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ حقیقت جو لفظ اسلام میں مخفی ہے - اُس تک پہنچایا جائے اسی غرض کے لحاظ سے قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں - کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں - کہیں اوس کے حسن و جمال کو دکھاتی ہیں - اور کہیں اوس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں - کیونکہ کسی کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے دل میں پہنچتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے - چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے - کوئی بھی اوس میں نقص نہیں - وہ مجموعہ ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدا ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا - اور مالک ہے تمام جزا سزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا - اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے - وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے - کہ اُس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے - مگر نہیں کہہ سکتے - کہ اُس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اوس کے ساتھ زندہ ہے وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اسکے ساتھ قائم ہے - اوس نے ہر ایک چیز کو اوٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اوسکو اوٹھا رکھا ہو - کوئی چیز نہیں جو اوس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اوس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے وہ آسمان اور زمین کی ہر ایک چیز کا نور ہے اور ہر ایک نور اُسی کے ہاتھ سے چمکا - اور اوسی کی ذات کا پرتوہ ہے وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے - کوئی روح نہیں جو اوس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خود بخود ہو - کسی روح کی کوئی قوت نہیں - جو اوس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو - اور اوس کی رحمتیں دو قسم کی ہیں (۱) ایک وہ جو بغیر سبقت عمل کسی عامل کے قدیم سے ظہور میں ہیں - جیسا کہ زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور ستارے اور پانی اور آگ اور ہوا - اور تمام ذرات اس عالم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے - ایسا ہی جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے مہیا کی گئیں - اور یہ سب

اوس وقت کیا گیا جبکہ ہم خود موجود نہ تھے نہ ہمارا کوئی عمل تھا - کون کہہ سکتا ہے - کہ سورج میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی شدہ کرم کے سبب سے بنائی گئی غرض یہ وہ رحمت ہے جو انسان اور اوس کے عملوں سے پہلے ظاہر ہو چکی ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں (۲) دوسری رحمت وہ ہے جو اعمال پر مترتب ہوتی ہے اور اوس کی تشریح کی کچھ ضرورت نہیں - ایسا ہی قرآن شریف میں وارد ہے کہ خدا کی ذات ہر یک عیب سے پاک ہے اور ہر ایک نقصان سے منزہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اوس کی تعلیم کی پیروی کر کے عیبوں سے پاک ہو - اور وہ فرماتا ہے - من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا اور اوس ذات بیچون کا اُسے دیدار نہیں ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اوس سے جدا نہیں ہوگی - کیونکہ خدا کے دیکھنے کے لئے اسی دنیا میں حواس ملتے ہیں اور جو شخص ان حواس کو … سے ساتھ نہیں لے جائیگا وہ آخرت میں بھی نہیں دیکھ سکے گا - اس آیت میں خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ وہ انسان سے کس ترقی کا طالب ہے اور انسان اوس کی تعلیم کی پیروی سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے - پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف میں اُس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدار الٰہی میسر آسکتا ہے - جیسا کہ وہ فرماتا ہے - من کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا - یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اوس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے - پس چاہیئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی عمل اوس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ اُن کی وجہ سے دل میں تکبر پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ اون میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو - بلکہ چاہیئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اوس کے یہ بھی چاہیئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا اون پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز

بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خداتعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت روح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اوس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اوس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور آسکے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے نہایت صافی اور شیریں [illegible] اوس نے افتاں و خیزاں بہر حال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنی لبوں کو اوس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا - اور پھر قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارے میں فرماتا ہے قل ھو اللّٰہ احد اللّٰہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد - یعنی تمہارا خدا - خدا ہے جو اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے نہ کوئی ذات اسکی ذات جیسی ازلی اور ابدی یعنی انادی اور اکال ہے نہ کسی چیز کے صفات اوس کی صفات کے مانند ہیں انسان کا علم کسی معلم کا محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر اوس کا علم کسی معلم کا محتاج نہیں اور باایں ہمہ غیر محدود ہے انسان کی شنوائی ہوا کی محتاج ہے اور محدود ہے مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں اور انسان کی بینائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے ایسا ہی انسان کے پیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں - اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہو گا - اس لئے اس کی توحید قایم نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنی تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو پھر اس سے آگے آیۃ ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بذات ہے اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی - یہہ توحید ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی ہے جو مدار ایمان ہے اور اعمال کے متعلق یہ آیت جامع قرآن شریف میں ہے - ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاءِ والمنکر والبغی - یعنی خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو اور عدل پر قایم ہو جاؤ اور اگر اس سے زیادہ کامل بننا چاہو تو پھر احسان کرو یعنی ایسے لوگوں سے سلوک اور نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی اور اگر اس سے بھی زیادہ کامل بننا چاہو تو محض ذاتی ہمدردی سے اور محض طبعی جوش سے بغیر نیت کسی شکر یا ممنون منت کرنے کے بنی نوع سے نیکی کرو جیسا کہ ماں

اپنے بچہ سے فقط طبعی جوش سے نیکی کرتی ہے - اور فرمایا کہ خدا تمہیں اس سے منع کرتا ہے کہ کوئی زیادتی کرو یا احسان جتلاؤ یا سچی ہمدردی کرنے والے کے کافر نعمت بنو اور اسی آیت کی تشریح میں ایک اور مقام میں فرماتا ہے - ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینًا ویتیمًا واسیرًا انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورًا - یعنی کامل راستباز جب غریبوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں تو محض خدا کی محبت سے دیتے ہیں نہ کسی اور غرض سے دیتے ہیں اور وہ انہیں مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ یہہ خدمت خاص خدا کے لئے ہے اس کا ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر کرو - اور پھر سزا جزا کے بارے میں فرمایا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللّٰہ - یعنی بدی کا بدلہ اسیقدر بدی ہے - دانت کے عوض دانت اور آنکھ کے عوض آنکھ اور گالی کے عوض گالی - اور جو شخص معاف کر دے مگر ایسا معاف کرنا جس کا نتیجہ کوئی اصلاح ہو نہ کوئی خرابی یعنی جسکو معاف کیا گیا ہے وہ کچھ سدھر جائے اور بدی سے باز آجائے تو اس شرط سے معاف کرنا انتقام سے بہتر ہو گا اور معاف کرنے والے کو اس کا بدلہ ملے گا یہ نہیں کہ ہر ایک محل بے محل میں ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دی جائے یہ تو دور از حکمت ہے اور بعض اوقات بدوں سے نیکی کرنا ایسا مضر ہو جاتا ہے کہ گویا نیکوں سے بدی کی ہے - اور پھر فرمایا ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم - یعنی اگر کوئی تجھ سے نیکی کرے تو تو اوس سے زیادہ نیکی کر اور اگر تو ایسا کرے گا تو مابین تمہارے اگر کوئی عداوت بھی ہوگی تو وہ ایسی دوستی سے بدل جائیگی کہ گویا وہ شخص ایک دوست بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے - اور فرمایا ولا یغتب بعضکم بعضًا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتًا - ولا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرًا منھم - ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور - وقولوا قولًا سدیدًا واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا -

یعنی چاہئے کہ ایک تمہارا دوسرے کا گلہ مت کرے کیا تم پسند کرتے ہو کہ مردے بھائی کا گوشت کھاؤ - اور چاہئے کہ ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے کہ ہماری اونچی ذات اور ان کی کم ہے - ممکن ہے کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور خدا کے نزدیک تو زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ نیکی اور پرہیزگاری سے حصہ لیتا ہے قوموں کا تفرقہ کچھ چیز نہیں ہے اور تم برے ناموں سے جن سے لوگ چڑتے ہیں یا اپنی ہتک سمجھتے ہیں انکو مت پکارو ورنہ خدا کے نزدیک تمہارا نام بدکار رہے گا اور بتوں سے اور جھوٹ سے پرہیز کرو کہ یہ دونوں ناپاک ہیں اور جب

بات کرو تو حکمت اور معقولیت سے کرو - اور لغو گوئی سے بچو اور چاہئے کہ تمہارے تمام اعضا اور تمام قوتیں خدا کی تابع ہوں اور تم سب ایک ہو کر اس کی اطاعت میں لگو اور پھر ایک مقام میں فرمایا الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم - ثم لترونھا عین الیقین ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم - اے وے لوگو جو خدا سے غافل ہو دنیا طلبی نے تمہیں غافل کیا یہاں تک کہ تم قبروں میں داخل ہو جاتے ہو اور غفلت سے باز نہیں آتے یہ تمہاری غلطی ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو جائے تو تم علم کے ذریعہ سے سوچ کرکے اپنے جہنم کو دیکھ لو اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہاری زندگی جہنمی ہے پھر اگر اس سے بڑھ کر تمہیں معرفت ہو جائے تو تم یقین کامل کی آنکھ سے دیکھ لو کہ تمہاری زندگی جہنمی ہے پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے اور ہر ایک عیاشی اور بے اعتدالی سے پوچھے جاؤ گے یعنے عذاب میں ماخوذ ہو کر حق الیقین تک پہنچ جاؤ گے - ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے - ایک یہ کہ محض علم اور قیاس سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ کوئی دور سے دہواں دیکھے اور قیاس اور عقل کو دخل دیکر سمجھ لے کہ اس جگہ ضرور آگ ہوگی - اور پھر دوسری قسم یقین کی یہ ہے کہ اس آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے پھر تیسری قسم یقین کی یہ ہے کہ مثلاً اوس آگ میں ہاتھ ڈال دے اور اس کی قوت احتراق سے مزہ چکھ لے پس یہ تین قسمیں ہوئیں - علم الیقین - عین الیقین - حق الیقین - اس آیت میں خدا تعالیٰ نے سمجھایا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت میں ہے - اور جب اس سے علاقہ توڑ کر دنیا کی طرف جھکے تو یہہ جہنمی زندگی ہے اور اس جہنمی زندگی پر آخر کار ہر ایک شخص اطلاع پا لیتا ہے اور اگرچہ اسوقت اطلاع پاوے جب کہ دفعۃً مال و متاع اور دنیا کے تعلقات کو چھوڑ کر مرنے لگے اور پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے مقام اور عزت کا پاس کرکے اور اس بات سے ڈر کر کہ ایک دن خدا کے حضور میں پوچھا جائیگا - گناہ کو چھوڑتا ہے اوسکو دو بہشت عطا ہونگے - (۱) اوّل اسی دنیا میں بہشتی زندگی اس کو عطا کی جاوے گی اور ایک پاک تبدیلی اس میں پیدا ہو جائیگی - اور خدا اس کا متولی اور متکفل ہوگا دوسرے مرنے کے بعد جاودانی بہشت اس کو عطا کیا جائیگا - یہ اس لئے کہ وہ خدا سے ڈرا اور اس کو دنیا پر اور نفسانی جذبات پر مقدم کر لیا - پھر ایک اور جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے انا اعتدنا للکافرین سلاسلا واغلالا وسعیرًا - ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورًا - عینًا یشرب بھا عباد اللّٰہ

یفجرونھا تفجیرًا - ویسقون فیھا کاسًا کان مزاجھا زنجبیلًا عینًا فیھا تسمّٰی سلسبیلًا یعنی ہم نے کافروں کے لئے جو محبت دل میں نہیں رکھتے اور دنیا کی طرف جھکے ہیں - زنجیر اور طوق گردن اور دل کے جلنے کے تیار کر رکھے ہیں - اور دنیا کی محبت کی ان کے پیر میں زنجیریں ہیں اور گردنوں میں ترک خدا کا طوق ہے جس سے سر اوٹھا کر اوپر کو نہیں دیکھ سکتے اور دنیا کی طرف جھکے جاتے ہیں اور دنیا کی خواہش کی ہر وقت ان کے دلوں میں ایک جلن ہے - وہ جو نیکوکار ہیں - وہ اسی دنیا میں ایسا کافوری شربت پی رہے ہیں جس نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت ٹھنڈی کر دی ہے اور دنیا کی پیاس بجھا دی ہے کافوری شربت کا ایک چشمہ ہے جو ان کو عطا کیا جاتا ہے - اور وہ اس چشمہ کو پھاڑ پھوڑ کر نہر کی صورت پر کر دیتے ہیں تا نزدیک اور دور کے پیاسوں کو اس شربت سے [illegible] اور جب وہ چشمہ نہر کی صورت پر آجاتا ہے اور قوت ایمانی بڑھ جاتی ہے اور محبت الٰہی نشوونما پانے لگتی ہے تب ان کو ایک اور شربت پلایا جاتا ہے جو زنجبیلی شربت کہلاتا ہے - یعنی پہلے تو وہ کافوری شربت پیتے ہیں جس کا کام صرف اسقدر ہے کہ دنیا کی محبت ان کے دلوں پر سے ٹھنڈی کر دے - بعد اس کے وہ ایک گرم شربت کے بھی محتاج ہیں تاکہ خدا کی محبت کی گرمی ان میں بھڑکے کیونکہ صرف بدی کا ترک کرنا کمال نہیں ہے پس اسی کا نام زنجبیلی شربت ہے - اور اس چشمہ کا نام سلسبیل ہے جس کے معنی ہیں کہ خدا کی راہ پوچھ - اور پھر ایک مقام میں فرمایا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا - یعنی نفسانی گرفتاریوں سے وہ شخص نجات پا گیا اور بہشتی زندگی کا مالک ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک بنا لیا اور ناکام اور نامراد رہا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو زمین میں دھنسا دیا اور آسمان کی طرف رخ نہ کیا اور چونکہ یہ مقامات صرف انسانی سعی سے حاصل نہیں ہو سکتے - اس لئے جابجا قرآن شریف میں دعا کی ترغیب دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا - اور پھر فرمایا واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون یعنے اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ کیونکر اس کی ہستی ثابت ہے - اور کیونکر سمجھا جائے کہ خدا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت ہی نزدیک ہوں میں اپنے پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی آواز سنتا ہوں اور اس سے ہم کلام ہوتا ہوں - پس چاہئے کہ اپنے تئیں ایسے بنا دیں کہ میں اس سے ہمکلام ہو سکوں اور مجھ پر کامل ایمان لاویں تا ان کو میری راہ ملے - اور پھر فرمایا ہے - والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ

(رابجا)

ہماری راہ میں اور ہماری طلب کے لئے طرح طرح کی کوششیں اور محنتیں کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنی راہ دکھلا دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو دعا بھی کرو۔ اور کوشش بھی کرو اور صادقوں کی صحبت میں بھی رہو۔ کیونکہ اس راہ میں صحبت بھی شرط ہے یہ تمام احکام وہ ہیں۔ جو انسان کو اسلام کی حقیقت تک پہونچاتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھدینا اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا اور خدا میں گم ہو کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بنا پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا۔ جو محض اس کے ساتھ دیکھتی ہوں اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سنتے ہوں اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اس کو زندگی بخشتی ہے۔ اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جسکو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اسکی کنہ تک نہیں پہونچتیں۔ وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۔ یعنی ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس سے نزدیک ہیں پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو ان نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے اور اسکی نور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے۔ اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔ اور ایک نور کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے۔ بلکہ اسی جگہ اور اسی دنیا میں دیدار اور جنت کی نعمتوں کو پا لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو جامع صفات کاملہ ہے جسکی ذات اور صفات میں اور کوئی شریک نہیں اور یہ کہکر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں اور کیسے ہی زلزلے آویں۔ اور بلائیں نازل ہوں۔ اور موت کا سامنا ہو۔ اون کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا۔ اُن پر فرشتے اترتے ہیں اور خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور گذشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں اسی دنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ پس تم اس سے خوش ہو اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ ایسے وعدہ نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں اہل دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے جسکے سچے پیرووں کو خدا تعالیٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے اور ان کی متفرق نعمتیں اس امت مرحومہ کو عطا کر دی ہیں۔ اور اُس نے اس دعا کو قبول کر لیا ہے جو قرآن شریف میں آپ سکھلائی تھی اور وہ یہ ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ہمیں وہ راہ دکھلا۔ جو اون راستبازوں کی راہ ہے۔ جن پر تو نے ہر ایک انعام اکرام کیا ہے۔ یعنی جنہوں نے تجھ سے ہر ایک قسم کی برکتیں پائی ہیں۔ اور تیرے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے ہیں اور تجھ سے دعاؤں کی قبولیتیں حاصل کی ہیں۔ اور تیری نصرت اور مدد اور راہ نمائی ان کے شامل حال ہوئی ہے اور ان لوگوں کی راہوں سے ہمیں بچا۔ جن پر تیرا غضب ہے اور جو تیری راہ کو چھوڑ کر اور اور راہوں کی طرف چلے گئے ہیں یہ وہ دعا ہے جو نماز میں پانچ وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ اندھا ہونے کی حالت میں دنیا کی زندگی بھی ایک جہنم ہے اور پھر مرنا بھی ایک جہنم ہے اور درحقیقت خدا کا سچا تابع اور واقعی نجات پانے والا وہی ہو سکتا ہے جو خدا کو پہچان لے اور اوس ہستی پر کامل ایمان لے آوے اور وہی ہے جو گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔ اور خدا کی محبت میں محو ہو سکتا ہے۔ پس جس دل میں یہ خواہش اور یہ طلب نہیں کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ یقینی طور پر اس کو نصیب ہو وہ ایک مردہ دل ہے اور جس دین میں یہ قوت نہیں کہ اس کمال تک پہنچاوے اور اپنے سچے پیرووں کو خدا کا ہم کلام بناوے وہ دین منجانب اللہ نہیں ایسا ہی جس کسی نبی نے اس راہ کیطرف لوگوں کو نہیں بلایا کہ خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ کے طالب ہوں اور کامل معرفت کے خواہاں ہوں۔ وہ نبی بھی خدا کی طرف سے نہیں ہے اور وہ خدا پر افترا کرتا ہے کیونکہ انسان کا عظیم الشان مقصود جس سے وہ گناہوں سے نجات پا سکتا ہے۔ یہی ہے کہ خدا کی ہستی اور اس کی سزا جزا پر اس کو پورا یقین آوے مگر اس غیب الغیب خدا پر کیونکر یقین حاصل ہو جب تک اوس کیطرف سے انا الموجود کی آواز نہ سنی جاوے اور جب تک کہ انسان اس کیطرف سے کھلے کھلے نشان مشاہدہ نہ کرے کیونکر اس کی ہستی پر یقین کامل آوے۔ عقلی دلائل سے خدا کے وجود کا پتہ لگانا صرف اس حد تک ہے کہ عقل سلیم زمین اور آسمان اور ان کی ترتیب ابلغ اور محکم کو دیکھکر یہ تجویز کرتی ہے کہ ان مصنوعات پر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ مگر یہ دکھلا نہیں سکتے کہ فی الحقیقت صانع ہے بھی اور ظاہر ہے کہ ہونا چاہیئے۔ صرف ایک خیال ہے اور ہے ایک امر واقعہ کا ثبوت ہے اور دونوں میں فرق کھلا کھلا ہے۔ یعنی پہلی صورت میں صرف ضرورت صانع بتلائی گئی ہے اور دوسری صورت میں اس کے فی الواقع موجود ہونیکی شہادت دی جاتی ہے غرض اس زمانہ میں کہ مذاہب کی باہمی کشاکش کا ایک تند و تیز سیلاب چل رہا ہے۔ طالب حق کو اس اصل مقصود کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ مذہب وہی سچا ہے جو یقین کامل کے ذریعہ سے خدا کو دکھلا سکتا ہے اور خدا کی ہم کلامی کا شرف بخش سکتا ہے اور اس طرح اپنی روحانی قوت اور روح پرور خاصیت سے دلوں کو گناہ کی تاریکی کے چھڑا سکتا ہے اور اس کے سوا سب دھوکہ دینے والے ہیں اب ہم اس ملک کے چند مذاہب پر نظر کرتے ہیں کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں یقین کامل تک پہنچا سکتے ہیں اور کیا اون کی کتابوں میں یہ وعدہ موجود ہے کہ وہ خدا کے یقینی مکالمہ سے شرف حاصل کرا سکتے ہیں اور اگر موجود ہے تو کیا اس زمانہ میں ان میں سے کوئی اس کا مصداق پایا بھی جاتا ہے۔ یا نہیں سو سب سے پہلے قابل ذکر وہ مذہب ہے جو مسیحی مذاہب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ اس مذہب کے بارے میں ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مسیحی صاحبوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ کہ مسیح کے زمانہ کے بعد الہام اور وحی پر مہر لگ گئی ہے۔ اور اب یہ نعمت آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور اب اس کے پانے کی کوئی بھی راہ نہیں اور قیامت تک نومیدی ہے اور فیض کا دروازہ بند ہے اور شاید یہی وجہ ہوگی کہ نجات پانے کے لئے ایک نئی تجویز نکالی گئی ہے اور ایک نیا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ جو تمام جہان کے اصول سے نرالا اور سراسر عقل اور انصاف اور رحم سے مخالف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام جہان کے گناہ اپنے ذمہ لیکر صلیب پر مرنا منظور کیا تا ان کی اس موت سے دوسروں کی رہائی ہو۔ اور خدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو مارا تا گنہگاروں کو بچاوے۔ لیکن ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس قسم کی مظلومانہ موت سے دوسروں کے دل گناہ کی پلید خصلت سے کیونکر صاف اور پاک ہو سکتے ہیں اور کیونکر ایک بے گناہ کے قتل ہونے سے دوسروں کو گذشتہ گناہوں کی معافی سند مل سکتی ہے بلکہ اس طریق میں انصاف اور رحم دونوں کا خون ہے کیونکہ گنہگار کے عوض میں بیگناہ کو پکڑنا خلاف انصاف ہے اور نیز بیٹے کو اس طرح ناحق سخت دلی سے قتل کرنا خلاف رحم ہے اور اس حرکت سے فائدہ خاک نہیں اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اصل سبب گناہ کی سیلاب کا قلت معرفت ہے پس جب تک ایک علت موجود ہے تب تک معلول کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ علت کا وجود معلول کے وجود کو چاہتا ہے سو جائے حیرت ہے کہ یہ کیسا فلسفہ ہے کہ گناہ کرنے کی علت جو قلت معرفت بارہا ہے۔ وہ تو سر پر موجود کھڑی ہے مگر معلول اسکا جو ارتکاب گناہ کی حالت ہے وہ معدوم ہو گئی ہے تجربہ ہزاروں گواہ پیش کرتا ہے کہ بجز معرفت کامل کے نہ کسی چیز کی محبت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ کسی چیز کا خوف پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کی قدردانی ہوتی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کسی فعل یا ترک فعل کو یا تو خوف کی وجہ سے کرتا ہے اور یا محبت کی وجہ سے۔ اور خوف اور محبت دونوں معرفت سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس جب معرفت نہیں تو نہ خوف ہے اور نہ محبت ہے۔ اے عزیزو۔ اور پیارو اس جگہ راستی کی حمایت اس بیان کے لئے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں حضرات مسیحیوں کے ہاتھ میں کوئی امر صاف نہیں ہے۔ وحی کے سلسلہ پر تو پہلے سے مہر لگ چکی ہے اور مسیح اور حواریوں کے بعد معجزات بھی بند ہو گئے ہیں۔ رہا عقلی طریق۔ سو آدم زاد کو خدا بنانے میں وہ طریق بھی ہاتھ سے گیا اور اگر گذشتہ معجزات جواب محض قصوں کے رنگ میں ہیں پیش کئے جائیں تو اول تو ہر ایک منکر کہہ سکتا ہے کہ خدا جانے اون کی اصل حقیقت کیا ہے اور کس قدر مبالغہ ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ مبالغہ کرنا انجیل نویسیوں کی عادت میں داخل تھا چنانچہ ایک انجیل میں یہ فقرہ موجود ہے کہ مسیح نے [illegible] کہ اگر وہ لکھے جاتے تو دنیا میں سما نہ سکتے۔ اب دیکھو کام بغیر لکھنے کے تو دنیا میں سما گئے لیکن لکھنے کی حالت میں وہ دنیا میں نہیں سمائینگے۔ یہ کس قسم کا فلسفہ اور کس قسم کی منطق ہے کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟ ماسوا اسکے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات دوسرے نبیوں کے معجزات سے کچھ بڑھ کر نہیں ہیں اور ایلیا نبی کے نشانوں کا جب مسیح کے نشانوں سے مقابلہ کریں تو ایلیا کے معجزات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر معجزات سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو یہ سب بزرگ خدائی کے مستحق ہیں اور یہ بات کہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا ہے یا کسی الہامی کتاب میں اسکو بیٹا کہا گیا ہے۔ ایسی تحریروں سے اسکی خدائی نکلنا درست نہیں ہے + بائبل میں بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے بلکہ بعض کو خدا بھی پھر مسیح کی تخصیص بیوجہ ہے اور اگر ایسا ہوتا بھی کہ کسی دوسرے کو اون کتابوں میں بجز مسیح کے خدا یا خدا کے بیٹے کا لقب نہ دیا جاتا تب بھی ایسی تحریروں کو حقیقت پر حمل کرنا نادانی تھا۔ کیونکہ خدا کے کلام میں ایسے استعارات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مگر جس حالت میں بائبل کی رو سے خدا کا بیٹا کہلانے میں اور بھی مسیح کے شریک ہیں تو دوسرے شرکاء کو کیوں اس فضیلت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ غرض نجات کے لئے۔ اس منصوبہ پر بھروسہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور گناہ سے باز رہنے کو اس منصوبہ سے کوئی بھی تعلق نہیں پایا جاتا بلکہ دوسرے کی نجات کیلئے خودکشی کرنا خود گناہ ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز مسیح علیہ السلام نے اپنی رضامندی سے صلیب کو منظور نہیں کیا بلکہ شریر یہودیوں نے جو چاہا اس سے کیا اور مسیح نے صلیبی موت سے بچنے کے لئے باغ میں ساری رات دعا کی اور اوس کے آنسو جاری ہو گئے تب خدا نے بباعث اوسکے تقویٰ کے اوسکی دعا قبول کی اور اسکو صلیبی موت سے بچا لیا جیسا کہ خود انجیل میں بھی لکھا ہے پس یہ کیسی تہمت ہے کہ مسیح نے اپنی رضامندی سے خودکشی کی۔ ماسوا اسکے عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے اور بکر کی اوس سے درد سر جاتی رہے۔ ہاں ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نبی تھے ؎

؎۔ اور اون کامل بندوں میں سے تھے۔ جنکو خدا نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے۔ لیکن وہ لفظ جو اون کی نسبت یا دوسرے نبیوں کی نسبت جو کتابوں میں وارد ہیں۔ اُن سے نہ اونکو اور نہ کسی اور نبی کو ہم خدا بنا سکتے ہیں۔ میں ان امور میں خود صاحب تجربہ ہوں اور میری نسبت خدا تعالیٰ کی پاک وحی میں وہ اعزاز اور ...... (دیکھو آگے صفحہ ۵)

اگر آپ کے لفظ سو جو رہیں کہ میں نے کسی انجیل میں حضرت مسیح کے بارے میں نہیں دیکھے اب میں کیا یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں حقیقت میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ رہی انجیل کی تعلیم سو میری رائے یہ ہے کہ تعلیم کامل وہی ہے جو تمام انسانی قویٰ کی پرورش کرے۔ نہ صرف یہ کہ محض ایک پہلو پر اپنا تمام زور ڈالدے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ کامل تعلیم ہمیں قرآن شریف میں ہی پائی ہے وہ ہر ایک امر میں حق اور رعایت کی حکمت رکھتا چلا آتا ہے۔ مثلاً انجیل میں کہا گیا ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے مگر قرآن شریف ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ یہ حکم ہر حال اور ہر محل میں نہیں بلکہ موقع اور محل دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ صبر چاہتا ہے یا انتقام کو اور عفو کو چاہتا ہے یا سزا کو۔ اب ظاہر ہے کہ یہی قرآنی تعلیم کامل ہے اور بغیر اسکی پابندی کے انسانی سلسلہ تباہ ہو جاتا ہے اور نظام دنیا بگڑ جاتا ہے۔ ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تو شہوت کی نظر سے بیگانہ عورت کی طرف مت دیکھ مگر قرآن شریف میں ہے کہ نہ تو شہوت کی نظر سے اور نہ بغیر شہوت کے بیگانہ عورتوں کو دیکھنے کی عادت کر کہ یہ سب تیرے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے۔ چاہیے کہ ضرورت کے موقعہ پر تیری آنکھ بند کی قریب ہو اور دھندلی سی ہو اور کھلی کھلی نظر ڈالنے سے پرہیز کر یہی طریق پاکدلی کو محفوظ رکھنے کا ہے۔ اس زمانے کے مخالف فرقے شاید اس حکم سے مخالفت کریں گے کیونکہ آزادی کا نیا نیا شوق ہے مگر تجربہ صاف بتلا رہا ہے کہ یہی حکم صحیح ہے۔ دوستو! کھلی کھلی بے تکلفی اور نظر بازی کے کبھی نتیجے اچھے نہیں نکلتے۔ مثلاً جس حالت میں ابھی ایک مرد نفسانی جذبات سے پاک نہیں اور نہ جوان عورت نفسانی جذبات سے پاک ہے پھر ان دونوں کو ملاقات اور نظربازی اور آزادی کا موقعہ دینا گویا ان کو اپنے ہاتھ سے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ بغیر زنا کے طلاق درست نہیں۔ مگر قرآن شریف جائز رکھتا ہے کہ جہاں مثلاً خاوند اور عورت دونوں باہم جانی دشمن ہو جائیں اور ایک کی جان دوسرے سے خطرہ میں ہو اور یا عورت نے زنا تو نہیں کیا مگر زنا کے لوازم پیدا کئے ہیں اور یا اس کو کوئی ایسی مرض ہو گئی ہے جس سے تعلق قائم رکھنے کی حالت میں خاوند کی ہلاکت ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو گیا ہے جو خاوند کی نظر میں طلاق کا موجب ہے تو ان سب صورتوں میں طلاق دینے میں خاوند پر کوئی اعتراض نہیں۔

اب پھر ہم اصل مقصود کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ یقیناً یاد رکھو کہ حضرات مسیحیوں کے پاس نجات اور گناہ سے بچنے کا کوئی حقیقی ذریعہ موجود نہیں کیونکہ نجات کے بجز اس کے اور کوئی معنے نہیں کہ انسان کی ایسی حالت ہو جائے کہ گناہوں کے ارتکاب پر دلیری نہ کر سکے اور خدا تعالیٰ کی محبت اسقدر ترقی کرے کہ نفسانی محبتیں اُس پر غالب نہ آسکیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حالت بجز معرفت تامہ کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ اب جب ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں تو ہم اُس میں کھلے طور پر وہ وسائل پاتے ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی معرفت تامہ حاصل ہو سکے اور پھر خوف غالب ہو کر گناہوں سے رُک سکیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُسکی پیروی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نصیب ہو جاتا ہے اور آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں اور انسان خدا سے علم غیب پاتا ہے اور ایک محکم تعلق اُس سے پیدا ہو جاتا ہے اور دل خدا کی وصال کیلئے جوش مارتا ہے اور اس کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتا ہے اور دعائیں قبول ہو کر اطلاع دیجاتی ہے اور ایک دریا معرفت کا جاری ہو جاتا ہے جو گناہ سے روکتا ہے اور پھر جب ہم انجیل کیطرف آتے ہیں تو گناہ سے بچنے کیلئے صرف اُنہیں ایک غیر معقول طریق پاتے ہیں جسکو ازالہ گناہ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ عجب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انسانیت کی کمزوریاں تو بہت دکھلائیں اور خدائی کی کوئی خاص قوت ظاہر نہ ہوئی جو غیروں سے انکو امتیاز دیتی۔ پھر وہ مسیحیوں کی نظر میں خدا کر کے مانے گئے۔

اب ہم آریہ مذہب پر مختصر طور سے نظر کرتے ہیں کہ گناہ سے بچنے کیلئے اُن کے مذہب میں کیا سامان پیش کیا گیا ہے۔ پس واضح ہو کہ آریہ صاحبوں کی وید نے تو سرے سے آیندہ زمانے کیلئے خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ اور آسمانی نشانوں سے انکار کر دیا ہے۔ پس وید میں سے اُس کامل تسلی کو ڈھونڈنا کہ کسی کو خدا کے انا الموجود ہونے کی آواز آوے اور خدا دعاؤں کو سنکر اُن کا جواب دیوے اور نشانوں کے ذریعہ سے اپنا چہرہ دکھاوے ایک عبث کوشش اور لاحاصل تلاش ہے بلکہ اُن کے نزدیک یہ تمام امر محالات میں سے ہیں لیکن صاف ظاہر ہے کہ کسی چیز کا خوف یا محبت بغیر اسکی رویت اور کامل معرفت کے ممکن ہی نہیں اور صرف مصنوعات پر نظر ڈالنے سے کامل معرفت ہو نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے محض عقل کے پیروؤں میں ہزاروں دہریہ اور ناستک مت والے بھی موجود ہیں۔ بلکہ جو لوگ فلسفہ کے اوپر کمال تک پہنچتے ہیں وہی ہیں جن کو تو پورے دہریہ کہنا چاہیے۔ اور ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ عقل سلیم زیادہ سے زیادہ صرف اُس حد تک کام دیسکتی ہے کہ مصنوعات پر نظر ڈالنے سے بشرطیکہ دہریت کا رنگ اپنے اندر نہ رکھتی ہو یہ تجویز کر سکتی ہے کہ ان چیزوں کا کوئی خالق ہونا چاہیئے نہ یہ کہ وہ خالق فی الواقع موجود بھی ہے اور پھر عقل ہی اس وہم میں گرفتار ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سب کارخانہ خود بخود چلا آتا ہو۔ اور طبعی طور پر بعض چیزیں بعض کی خالق ہوں۔ پس عقل اس یقین کامل تک نہیں پہنچا سکتی جس کا نام معرفت تامہ ہے جو قائم مقام دیدار الٰہی ہے اور جس سے کامل طور پر خوف اور محبت پیدا ہوتے ہیں اور پھر خوف اور محبت کی آگ سے ہر یک قسم کا گناہ جل جاتا ہے اور نفسانی جذبات پر موت آجاتی ہے اور ایک نورانی تبدیلی پیدا ہو کر تمام اندرونی کمزوریاں اور گناہ کی غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ اکثر انسانوں کو اُس کامل پاکیزگی کی پروا نہیں ہے جو گناہ کے داغ سے بالکل مبرّا کرتی ہے اس لئے اکثر لوگ اس ضرورت کو محسوس کر کے اُسکی تلاش میں نہیں لگ جاتے بلکہ الٹے تعصب سے پُر ہو کر مخالفت ظاہر کرتے ہیں اور لڑنے کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں اور آریہ صاحبوں کا مسلک تو بہت ہی قابل افسوس ہے کہ وہ معرفت تامہ کے حقیقی وسیلہ سے تو قطعاً نومید ہیں اور عقلی وسائل بھی انکے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کیونکہ جب کہ انکے نزدیک ذرہ ذرہ عالم کا انادی ہے جو خود بخود ہے اور کسی کے ہاتھ سے وجود پذیر نہیں ہوا اور تمام ارواح بھی مع اپنی تمام قوتوں کے انادی ہیں جنکا کوئی پیدا کرنیوالا نہیں۔ تو اُن کے ہاتھ میں پرمیشر کی ہستی پر کونسی دلیل باقی رہی اور اگر کہیں کہ ذرات عالم کا باہم جوڑنا اور روحوں کا انمیں داخل کرنا یہ پرمیشر کا کام ہے اور یہی اُسکی ہستی پر دلیل ہے تو یہ خیال نادرست ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں ارواح اور ذرات خود بخود ایسے شکتی مان ہیں کہ قدیم سے اپنے وجود کو آپ سنبھالے ہوئے ہیں اور اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں تو کیا وہ خود بخود باہم اتصال یا انفصال نہیں کر سکتے۔ اس بات کو کوئی قبول نہیں کریگا کہ باوجود اس کے کہ تمام ذرات یعنے پرمانو اپنی ہستی اور وجود میں کسی دوسرے کو محتاج نہیں اور باوجود اس کے کہ تمام ارواح یعنی جیو اپنی ہستی اور وجود میں اور اپنے تمام قویٰ میں کسی دوسرے کے محتاج نہیں مگر پھر بھی اپنے اتصال اور انفصال میں کسی دوسرے کے محتاج ہیں۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جو ناستک مت والوں کیلئے ایک مفت کا شکار ہے اور اس سے ایک آریہ بہت جلد ناستک مت میں داخل ہو سکتا ہے اور ایک چالاک دہریہ ہنسی ہنسی میں اُس کو اپنے پیچ میں لا سکتا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے اور رحم بھی آتا ہے کہ آریہ صاحبوں نے شریعت کے دونوں پہلوؤں میں سخت غلطی کھائی ہے یعنی پرمیشر کی نسبت یہ عقیدہ قائم کیا ہے کہ وہ مبدء تمام مخلوق کا نہیں اور نہ سرچشمہ تمام فیوض کا ہے بلکہ ذرات اور انکی تمام قوتیں اور ارواح اور انکی تمام قوتیں خود بخود ہیں اور انکی فطرت میں اسکی فیض سے محروم ہیں پھر خود سوچ لیں کہ پرمیشر کی کیا ضرورت ہے اور کیوں وہ مستحق پرستش ہے اور کس وجہ کر وہ سرب شکتی مان کہلاتا ہے اور کس راہ سے اور کس طریق سے وہ شناخت کیا گیا ہے۔ کیا کوئی اسکا جواب دیسکتا ہے۔ کاش ہماری ہمدردی کسی دل میں اثر کرے۔ کاش کوئی شخص گوشہ تنہائی میں بیٹھے اور ان باتوں میں فکر کرے۔ اے قادر خدا اس قوم پر بھی رحم کر جو ہمارے پرانے ہمسایہ ہیں۔ اُن میں سے بہت سے دل حق کی طرف پھیر دے کہ تجھے سب قدرت ہے۔ آمین۔ یہ پہلو تو پرمیشر کے متعلق ہے جسمیں اسقدر اُس خالق بے چون کی حق تلفی ہے اور دوسرا پہلو جو آریہ مت مخلوق کے متعلق پیش کرتا ہے۔ انہیں سے ایک تو تناسخ ہے یعنی بار بار روحوں کا طرح طرح کی جونوں میں پڑ کر دنیا میں آنا۔ اس عقیدہ میں سب سے پہلے یہ امر عجیب اور حیرت انگیز ہے کہ باوجود دعویٰ عقل کے یہ خیال کیا گیا ہے کہ پرمیشر اسقدر سخت دل ہے کہ ایک گناہ کے عوض میں کروڑہا برس تک بلکہ کروڑہا اربوں تک سزا دیتا چلا جاتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ وہ اُس کے پیدا کردہ نہیں ہیں اور انپر اس کا کوئی بھی حق نہیں ہے بجز اسکے کہ بار بار جونوں کے چکر میں ڈالکر دکھ میں ڈالے۔ پھر گورنمنٹ انسانی گورنمنٹ کی طرح صرف چند سال کی سزا نہیں دیتا ظاہر ہے کہ لمبی سزا ایسی ہی شرط ہے کہ سزا یافتوں پر کوئی لمبا حق بھی ہو مگر جس حالت میں تمام ذرات اور ارواح خود بخود ہیں تو پھر بھی اسکا ان پر احسان نہیں بجز اس کے کہ سزا کی غرض کس طرح ظہور کی جونوں میں اُن کو ڈالے۔ پھر وہ کس حق پر لمبی سزا دیتا ہے۔ دیکھو اسلام میں باوجودیکہ خدا فرماتا ہے کہ ہر ایک ذرہ اور ہر یک روح کا میں ہی خالق ہوں اور تمام قوتیں انکی میرے ہی فیض سے ہیں اور میرے ہی ہاتھ سے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی سہارے سے جیتے ہیں پھر بھی وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ الا ما شاء ربك ان ربك فعال لما يريد۔ یعنے دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہینگے لیکن نہ وہ ہمیشگی جو خدا کو ہے بلکہ دور دراز وقت کے لحاظ سے۔ پھر خدا کی رحمت دستگیر ہوگی کیونکہ وہ قادر جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس آیت کی تفسیر میں ہمارے سید مولانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے اور وہ یہ ہے۔ یاتی علی جهنم زمان ليس فيها احد ونسيم الصبا تحرك ابوابها یعنی جہنم پر ایک وہ زمانہ آئیگا کہ اسمیں کوئی بھی نہ ہوگا اور نسیم صبا اُسکے کواڑ ہلائیگی لیکن افسوس کہ یہ قوم خدا تعالیٰ کو ایک ایسا چڑچڑا اور کینہ ور قرار دیتی ہے کہ کبھی بھی اسکا غصہ فرو نہیں ہوتا اور بیشمار اربوں تک جونوں میں ڈالکر پھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا۔ اور یہ اعتراض صرف آریہ صاحبوں پر نہیں حضرات مسیحیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ ایک گناہ کیوجہ سے ابدی جہنم تجویز کرتے ہیں جسکا کبھی انتہا نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ ارواح انسانی اور انکی تمام قوتوں کا خود خالق ہے اور اُس نے آپ ہی بعض طبائع میں ایسی کمزوریاں رکھدی ہیں کہ وہ مرتکب گناہ کی ہو جاتی ہیں اور ایک گھڑی کیطرح صرف اس حد تک چلتی ہیں جو اس حقیقی گھڑی ساز نے ان کے لئے مقرر کر دی ہے تو پھر وہ ضرور کسی قدر رحم کے لائق ہیں کیونکہ ان کے قصور اور کمزوریاں فقط اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس خالق کا بھی اسمیں بہت سا دخل ہے جس نے ان کو کمزور بنایا اور یہ کیسا انصاف ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو سزا دینے کیلئے صرف تین دن مقرر کئے مگر دوسرے لوگوں کی سزا کا حکم ابدی ٹھہرایا جس کا کبھی بھی انتہا نہیں اور چاہا کہ وہ ہمیشہ اور ابدتک دوزخ کے تنور میں جلتے رہیں۔ کیا رحیم کریم خدا کو ایسا کرنا مناسب تھا بلکہ چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے بیٹے کو زیادہ سزا دیتا کیونکہ وہ بوجہ خدائی قوتوں کے زیادہ سزا کا متحمل ہو سکتا تھا خدا کا بیٹا جو ہوا اُس کی طاقت کے ساتھ دوسروں کی طاقت کب برابر ہو سکتی ہے جو غریب اور عاجز مخلوق ہیں۔ غرض حضرات عیسائی اور آریہ صاحبان اس ایک ہی اعتراض کی دام میں ہیں اور اس کے ساتھ بعض نادان مسلمان بھی۔ لیکن مسلمانوں کی دہوکہ کہانے میں خدا کے کلام کا قصور نہیں۔ خدا نے تو کھول کر فرما دیا کہ ان کا اپنا قصور ہے۔ اور یہ اسی طرح کا قصور ہے جیسا کہ وہ ابتک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے آسمان پر بٹھا رہے ہیں اور خدا کے کلام قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ مدت ہوئی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور گذشتہ روحوں میں داخل ہو گئے مگر یہ لوگ ناحق آسمان سے ان کی آمد ثانی کا انتظار کر رہے ہیں۔ پھر ہم اصل کلام کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ دوسرا پہلو تناسخ کے بطلان کا یہ ہے کہ وہ حقیقی پاکیزگی کے برخلاف ہے کیونکہ جب ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ کسی کی ماں فوت ہو جاتی ہے اور کسی کی ہمشیرہ اور کسی کی لڑکی

مقدمہ ایڈیٹر الحکم بنام کرم الدین کا ۱۵ ستمبر کو فیصلہ سنایا جاوے گا

تو پھر اس پر کیا دلیل ہے۔ کہ اس عقیدہ کے قائل اس غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ایسی جگہ نکاح کریں جہاں نکاح کرنا وید کے رو سے حرام ہے۔ ہاں اگر ہر ایک بچہ کے ساتھ اس کے پیدا ہونے کے وقت میں ایک لکھی ہوئی فہرست بھی ہمراہ ہو جسمیں بیان کیا گیا ہو کہ وہ پہلی جون میں فلاں شخص کا بچہ تھا تو اس صورت میں ناجائز نکاح سے بچ سکتے تھے مگر پرمیشر نے ایسا نہ کیا گویا ناجائز طریق کو خود پھیلانا چاہا پھر اسوا اس کے ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ اسقدر جونوں کے چکر میں ڈالنے سے فائدہ کیا ہے اور جبکہ تمام مدار نجات اور مکتی کا گیان یعنے معرفت الہی پر ہے تو یوں چاہیے تھا کہ ہر ایک بچہ جو پیدا ہوتا ہے گیان کا خالی دنیا میں آ جاتا ہے اور ایک آوارہ اور فضول خرچ انسان کیطرح تمام پہلا اندوختہ برباد کر کے مفلس نادار کیطرح منہ دکھاتا ہے اور گو ہزار مرتبہ اس نے وید مقدس کو پڑھا ہو ایک ورق بھی وید کا یاد نہیں رہتا پس اس صورت میں جو تناسخ کے چکر کے رو سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ ذخیرہ گیان اور علم کا جو ہزار مصیبت سے ہر ایک جون سے جمع کیا جاتا ہے وہ ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے نہ کبھی محفوظ رہیگا اور نہ نجات ہوگی اول تو حضرات آریہ کے اصولوں کے رو سے نجات ہی ایک محدود میعادی شے ہے پھر اس پر یہ مصیبت کہ سرمایہ نجات کا یعنے گیان جمع ہونے نہیں پاتا یہ بد قسمتی ہے خوشحالی نہیں تو اور کیا۔

دوسرا امر جو مخلوق کی پاکیزگی کے مخالف آریہ صاحبوں کے عقائد میں داخل ہے وہ نیوگ کا مسئلہ ہے۔ میں اس مسئلہ کو وید مقدس کیطرف منسوب نہیں کرتا مگر اس خیال سے میرا دل کانپتا ہے کہ میں اس قسم کی باتوں کو وید کیطرف منسوب کروں جہانتک میرا علم اور میرا کانشنس ہے میں یقین کرتا ہوں کہ انسانی فطرت ہرگز قبول نہیں کریگی کہ ایک شخص اپنی پاکدامن بیوی کو جو خاندان اور عزت رکھتی ہے محض بچہ لینے کی خاطر دوسرے سے ہمبستر کرا دے حالانکہ اُس بیوی کا تعلق زوجہ ہونے کا اپنے شوہر سے قائم ہے اور وہ اُسکی بیوی کہلاتی ہے اور نہ میں اسبات کو پسند کرتا ہوں کہ خود بیوی ایسی حرکت پر خود آمادہ ہو حالانکہ اس کا خاوند زندہ موجود ہے انسان تو انسان ہے یہ غیرت تو بعض حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے مادہ کی نسبت ایسا روا نہیں رکھتے میں اسجگہ زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا سراسر ادب اور منت سے آریہ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں تو بہت بہتر ہوگا کیونکہ پہلے ہی یہ ملک حقیقی پاکیزگی کے مقام سے بہت متنزل ہو رہا ہے اگر عورتوں اور مردوں میں ایسی ایسی باتیں بھی رواج پکڑیں تو معلوم نہیں کہ اس ملک کا کیا انجام ہوگا ساتھ ہی میں ایک اور عرض کیلئے جرات کرتا ہوں گو عرض کروں گا کہ آریہ صاحبو تم کو اس زمانہ میں مسلمانوں سے کیسی ہی نفرت ہو اور اسلام کے عقائد سے کیسی ہی بیزاری ہے مگر برائے خدا پردہ کی رسم کو بکلی الوداع نہ کہدیں کہ اسمیں بہت سی خرابیاں ہیں جو بعد میں معلوم ہونگی یہ بات ہر ایک فہیم انسان سمجھ سکتا ہے کہ بہت سا حصہ انسانوں کا نفس امارہ کا ماتحت چل رہا ہے اور وہ اپنی نفس کے جوش سے ایسے مغلوب ہیں کہ اس کے جوشوں کی نسبت کچھ بھی خدا تعالیٰ کی سزا کا دھیان نہیں رکھتے جوان اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر بد نظری سے باز نہیں آتے اور ایسے ہی بہت سی عورتیں ہیں کہ خراب دل سے بیگانہ مردوں کی طرف نگاہیں کرتی ہیں اور جب فریقین کو باوجود انکی اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی دیجائے تو یقیناً ان کا وہی انجام ہوگا جیسا کہ یورپ کے بعض حصوں سے ظاہر ہے۔ ہاں جب یہ لوگ در حقیقت پاکدل ہو جائیں گے اور انکی امارگی جاتی رہیگی اور شیطانی روح نکل جائیگی اور انکی آنکھوں میں خدا کا خوف پیدا ہو جاویگا اور ان کی دلوں میں خدا کی عظمت قائم ہو جائیگی اور وہ ایک پاک تبدیلی کر لینگے اور خدا ترسی کا ایک پاک جامہ پہن لینگے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اس وقت وہ خدا کے ہاتھ کے خوجے ہونگے گویا وہ مرد نہیں ہیں اور انکی آنکھیں اس بات سے اندھی ہونگی کہ نامحرم عورت کو بد نظری سے دیکھ سکیں یا ایسا بد خیال دل میں لا سکیں۔ مگر اے پیارو خدا آپ تمہارے دلوں میں الہام کرے ابھی وہ وقت نہیں کہ تم ایسا کرو اور اگر ایسا کرو گے تو ایک زہرناک بیج قوم میں پھیلاؤ گے۔ یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہیے تھی کیونکہ **کل جگ** ہے اور زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شرابخواری کا زور ہے اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں سے عظمت اٹھ گئی ہے زبانوں پر سب کچھ ہے اور لکچر بھی منطق اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر دل روحانیت سے خالی ہیں۔ ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جائے۔

اے دوستو اب طاعون سر پر ہے اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ سے علم دیا گیا ہے ابھی بہت سا حصہ اُس کا باقی ہے بہت خطرناک دن ہیں۔ معلوم نہیں کہ آئندہ مئی تک کون زندہ رہیگا اور کون مر جائیگا اور کس گھر پر بلا آئیگی اور کس کو بچایا جائیگا۔ پس اٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اسی جگہ سزا دیجاتی ہے تب وہ خدا کی سزا سے کسیطرح بھاگ نہیں سکتا۔ سو اپنے خدا کو جلد راضی کر لو اور قبل اس کے کہ وہ دن آوے جو خوفناک دن ہے یعنے طاعون کے زور کا دن جسکی نبیوں نے خبر دی ہے تم خدا سے صلح کر لو وہ نہایت درجہ کریم ہے ایک دم کے گداز کرنیوالی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال۔ اے خدائے رحیم و کریم ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین ۔

حصہ دوم تقریر

اے عزیز سامعین اب میں اپنے ایک دعوے کی نسبت جو میں نے اس ملک میں شائع کیا ہے آپ کی خدمت میں کچھ بیان کرونگا۔ یہ بات عقل اور نقل سے ثابت ہے کہ جب دنیا میں گناہ کی تاریکی غالب ہو جاتی ہے اور زمین پر ایک قسم کی بدی اور بدکاری پھیل جاتی ہے اور روحانیت کم ہو جاتی ہے اور گناہوں سے زمین ناپاک ہو کر اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ایک زہریلی ہوا چلنے لگتی ہے تو اُس وقت رحمت الہی تقاضا فرماتی ہے کہ زمین کو دوبارہ زندہ کرے جسطرح جسمانی موسموں کو دیکھتے ہو کہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ خزاں کا ہوتا ہے کہ اسمیں درختوں کے پھولوں اور پھلوں اور پتوں پر بلا آتی ہے۔ اور درخت ایسے بدنما ہو جاتے ہیں جیسے کوئی مرض دق سے نہایت دبلا ہو جاتا ہے اور اسمیں خون کا نشان نہیں رہتا اور چہرہ پر مردہ پن کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں یا جیسے کسی جذامی کا جذام انتہا درجہ تک پہونچکر اعضا گرنے لگجاتے ہیں پھر دوسرا زمانہ درختوں پر وہ آتا ہے جسکو موسم بہار کہتے ہیں اس موسم میں درختوں کی صورتیں ایک دوسرا رنگ پکڑ لیتی ہیں اور پھل اور پھول اور خوشنما پتے ظاہر ہو جاتے ہیں یہی حالت نوع انسان کی ہے کہ تاریکی اور روشنی نوبت بہ نوبت ان پر وارد ہوتی رہتی ہے کسی صدی میں وہ خزاں کے موسم کیطرح انسانی کمال کے حسن سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اور کسی وقت آسمان سے ان پر ایسی ہوا چلتی ہے کہ ان کی دلوں میں موسم بہار پیدا ہونے لگتی ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہی دونوں موسم انسانوں کو لازم حال رہے ہیں سو یہ زمانہ بھی جسمیں ہم ہیں بہار کی ابتدا کا زمانہ ہے پنجاب پر خزاں کا زمانہ اسوقت زور میں تھا جسوقت اس ملک پر خالصہ قوم حکمران تھی کیونکہ علم نہیں رہا تھا اور ملک میں جہالت بہت پھیل گئی تھی اور دینی کتابیں ایسی گم ہو گئی تھیں کہ شاید کسی بڑے خاندان میں دستیاب ہو سکتی ہونگی بعد اس کے گورنمنٹ انگریزی کا زمانہ آیا یہ زمانہ نہایت بابرکت ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم خالصہ قوم کی عملداری کے دنوں کو امن عامہ اور آسائش کے لحاظ سے انگریزی عملداری کی راتوں سے بھی برابر قرار دیں تو یہ بھی ایک ظلم اور خلاف واقعہ ہوگا۔ یہ زمانہ روحانی اور جسمانی برکات کا مجموعہ ہے۔ اور ابتدائی برکتیں اسکی ابتدائی بہار کی ظاہر ہیں۔ ہاں یہ زمانہ ایک عجیب جانور کی طرح کئی منہ رکھتا ہے۔ بعض منہ تو حقیقی خدا شناسی اور راستبازی کے برخلاف ہیں اسی وجہ سے خوفناک ہیں۔ اور بعض منہ بہت بابرکت اور راستبازی کے مؤید ہیں مگر اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہ انگریزی حکومت نے انواع و اقسام کے علوم کو اس ملک میں بہت ترقی دی ہے۔ اور کتابوں کو چھاپنے اور شائع کرنیکے ایسے سہل اور آسان طریق نکل آئے ہیں۔ کہ زمانہ گذشتہ میں ان کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ اور جو ہزارہا مخفی کتب خانے اس ملک میں تھے وہ بھی ظاہر ہو گئے۔ اور شہر شہر میں علوم کی چمک ہے زمانہ ایسا بدل گیا کہ گویا ایک نئی قوم پیدا ہو گئی

یہ سب کچھ ہوا مگر عملی حالتیں دن بدن کالعدم ہو گئیں اور اندر ہی اندر دہریت کا پودہ بڑھنے لگا۔ گورنمنٹ انگریزی کے احسان میں کچھ شک نہیں۔ اسقدر اپنی رعایا کو اس نے آرام پہنچایا اور معدلت گستری کی اور جا بجا امن قائم کیا کہ اس کی نظیر دوسری گورنمنٹوں میں تلاش کرنا عبث ہے مگر جو امن کا دائرہ پورا وسیع کرنیکیلئے رعایا کو دیا وہ اکثر لوگوں کیلئے ہضم نہیں ہو سکا اور اسکے عوض میں جو خدا اور اس گورنمنٹ کا شکر بجا لانا چاہیے تھا بجائے اس شکر کے اکثر لوگوں میں اسقدر غفلت اور دنیا پرستی اور دنیا طلبی اور لاپرواہی پیدا ہو گئی کہ گویا سمجھا گیا کہ دنیا ہی ہمارے لئے ہمیشہ رہنے کا مقام ہے اور گویا کہ ہم پر کسی کا بھی احسان نہیں اور نہ کسی کی حکومت ہے اور جیسا کہ دستور ہے کہ اکثر گناہ امن کی حالت میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔

اسی قانون قدرت کے رو سے گناہوں کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ باعث سخت دلی اور غفلت کہ موجودہ حالت اس ملک کی نہایت خطرناک ہو گئی ہے جاہل اور شریر لوگ چوہڑوں کی طرح ہیں وہ قابل شرم جرائم مثلاً نقب زنی اور زناکاری اور قتل ناحق وغیرہ سنگین جرائم کے ارتکاب میں مشغول ہیں اور وہ پڑھے لکھے لوگ اپنی اپنی طبیعت اور جوش نفس کے موافق طرح طرح کی دوسری گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ شراب خانے دوسری دکانوں سے زیادہ آباد معلوم ہوتے ہیں اور دوسرے فسق و فجور کے پیشے بھی دن بدن ترقی میں ہیں۔ عبادت خانے محض رسم ادا کرنے کیلئے تعمیر کئے گئے ہیں غرض دنیا پر گناہوں کا ایک سخت خطرناک جوش ہے اور اکثر لوگوں کی شہوات بوجہ پورے امن اور کمال آسائش کے اس قدر جوش میں آگئے ہیں کہ جیسے جب ایک پر زور دریا کا بند ٹوٹ جائے تو وہ ایک رات میں ہی ارد گرد کے تمام دیہات کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ دنیا میں ایک نہایت درجہ پر تاریکی پیدا ہو گئی ہے۔ اور ایسا وقت آگیا ہے کہ یا تو خدا دنیا میں کوئی روشنی پیدا کرے اور یا دنیا کو ہلاک کر دیوے۔ مگر ابھی اس دنیا کے ہلاک ہونے میں ایک ہزار برس باقی ہے۔ اور دنیا کی زینت اور آرام اور آسائش کیلئے جو نئی نئی صنعتیں زمین پر پیدا ہوئی ہیں۔ یہ تغیر بھی صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جسمانی طور پر اصلاح فرمائی ہے وہ روحانی طور پر بھی بنی نوع کی اصلاح اور ترقی چاہتا ہے کیونکہ روحانی حالت انسانوں کی جسمانی حالت سے زیادہ گر گئی ہے۔ اور ایسی خطرناک حالت پر آ پہنچی ہے کہ جہاں نوع انسان غضب الٰہی کا نشانہ بن سکتی ہے ہر ایک گناہ کا جوش نہایت ترقی پر پایا جاتا ہے۔ اور روحانی طاقتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور ایمانی انوار بجھ گئے ہیں۔ اور اب عقل سلیم بہ بداہت اسبات کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہے۔ کہ اس تاریکی کے غلبہ پر آسمان سے کوئی روشنی پیدا ہونی چاہیے کیونکہ جیسے جسمانی طور پر زمین کی تاریکی کا دور ہونا قدیم سے اسبات سے وابستہ ہے کہ آسمانی روشنی زمین پر پڑے۔ ایسا ہی روحانی طور پر بھی یہ روشنی صرف آسمان سے ہی اترتی اور دلوں کو منور کرتی ہے جب سے کہ خدا نے انسان کو بنایا ہے اس کا قانون قدرت یہی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہ نوع انسان میں ایک وحدت نوعی پیدا کرنیکیلئے

ان میں سے ایک شخص یہ فروری کے وقت میں اپنی معرفت تامہ کا نور ڈالتا ہے اور اس کو اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اپنی کامل محبت کا جام اسکو پلاتا ہے اور اسکو اپنی پسندیدہ راہ کی پوری بصیرت بخشتا ہے اور اس کے دل میں جوش ڈالتا ہے کہ تا وہ دوسروں کو بھی اس نور اور بصیرت اور محبت کیطرف کھینچے جو اسکو عطا کیگئی ہے اور اسطرح باقی لوگ اس سے تعلق پیدا کرکے اور اسی کے وجود میں شمار ہو کر اور اسکی معرفت سے حصہ لیکر گناہوں سے بچتے اور تقوے طہارت میں ترقی کرتے ہیں اسی قانون قدیم کے لحاظ سے خدا نے اپنے پاک نبیوں کی معرفت یہ خبر دی ہے کہ جب آدم کے وقت سے چھ ہزار برس قریب الاختتام ہو جائیں گے تو زمین پر بڑی تاریکی پھیل جائیگی اور گناہوں کا سیلاب بڑے زور سے بہنے لگے گا اور خدا کی محبت دلوں میں بہت کم اور کالعدم ہو جائیگی تب خدا محض آسمان سے بغیر زمینی اسباب کے آدم کی طرح اپنی طرف سے روحانی طور پر ایک شخص میں سچائی اور محبت اور معرفت کی روح پھونکے گا اور وہ مسیح بھی کہلائیگا۔ کیونکہ خدا اپنے ہاتھ سے اس کی روح پر اپنی ذاتی محبت کا عطر ملے گا اور وہ وعدہ کا مسیح جس کو دوسرے لفظوں میں خدا کی کتابوں میں مسیح موعود بھی کہا گیا ہے شیطان کے مقابل پر کھڑا کیا جائیگا اور شیطانی لشکر اور مسیح میں یہ آخری جنگ ہوگا اور شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اور تمام ذریت کے ساتھ اور تمام تدبیروں کے ساتھ اسدن اس روحانی جنگ کے لئے تیار ہو کر آئیگا۔ اور دنیا میں شر اور خیر میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی ہوگی جیسے کہ اسدن ہوگی کیونکہ اسدن شیطان کے مکائد اور شیطانی علوم انتہا تک پہونچ جائیں گے اور جن تمام طریقوں سے شیطان گمراہ کر سکتا ہے وہ تمام طریق اسدن مہیا ہو جائیں گے تب سخت لڑائی کے بعد جو ایک روحانی لڑائی ہے خدا کے مسیح کو فتح ہوگی۔ اور شیطانی قوتیں ہلاک ہو جائیں گی اور ایک مدت تک خدا کا جلال اور عظمت اور پاکیزگی اور توحید زمین پر پھیلتی جائیگی اور وہ مدت پورا ہزار برس ہے جو ساتواں دن کہلاتا ہے بعد اس کے دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا۔ سو وہ مسیح میں ہوں اگر کوئی چاہے تو قبول کرے اس جگہ بعض نادان جو شیطان کے وجود سے منکر ہیں تعجب کرینگے کہ شیطان کیا چیز ہے پس ان کو یاد رہے کہ انسان کے دل کے ساتھ دو کششیں ہر وقت لگی رہتی ہیں ایک کشش خیر کی اور ایک کشش شر کی پس جو خیر کی کشش ہے شریعت اسلام اس کو فرشتہ کیطرف منسوب کرتی ہے اور شر کی کشش ہے اسکو شریعت اسلام شیطان کیطرف منسوب کرتی ہے اور مدعا صرف اسقدر ہے کہ انسانی سرشت میں دو کششیں موجود ہیں کبھی انسان نیکی کی طرف جھکتا ہے اور کبھی بدی کیطرف۔ میرے خیال میں ہے کہ اس جلسہ میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے اس بیان کو کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ رکھتا ہوں انکار کی نظر سے دیکھیں گے

اور تحقیر کی بھری ہوئی نگاہ سے میری طرف نظر کرینگے لیکن میں انہیں معذور سمجھتا ہوں کیونکہ ابتدا سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ پہلے خدا کے ماموروں اور مرسلوں کو دل آزار باتیں سننی پڑتی ہیں۔ نبی بعثت نہیں مگر اپنے زمانہ ابتدائی میں۔ وہ نبی اور رسول اور صاحب کتاب اور صاحب شریعت جسکی امت کہلانے کا ہم سب کو فخر ہے اور جسکی شریعت پر سب شریعتوں کا خاتمہ ہے۔ اسکی سوانح کیطرف نگاہ کرو کہ کس طرح تیرہ برس تک مکہ میں تنہائی اور غربت اور بیکسی کے عالم میں منکروں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائیں اور کیونکر تحقیر اور ہنسی اور ٹھٹھے کا نشانہ بنے رہے اور آخر کار بڑے ظلم اور تعدی سے نکالے گئے کسکو خبر تھی کہ آخر وہ کروڑہا انسانوں کا امام اور پیشوا بنایا جاوے گا۔ سو یہی سنت الٰہی ہے کہ خدا کے منتخب لوگ اول اول حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے ہیں اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں کہ ابتدا میں خدا کے فرستادوں کی شناخت کر سکتے ہیں اور ضرور ہے کہ وہ جاہل لوگوں کے ہاتھوں سے دکھ اٹھاویں اور طرح طرح کی باتیں اُن کے حق میں کہی جاویں اور ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاوے اور گالیاں دی جاویں جب تک کہ وہ وقت آوے کہ اُن کے قبول کرنے کیلئے خدا دلوں کو کھولدے۔ یہ تو میرا دعویٰ ہے کہ جو میں نے بیان کیا لیکن وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اسکی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اسکو دور کرکے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے انکی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودہ لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی قوت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کیلئے کھڑا ہو جاؤں اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دئے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کیلئے مستعد ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کیا ہے ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں

کہ ہزارہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اتار دی ہیں اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی ان میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دیکر سچی اور کامل توحید کے اُس دارالامان میں داخل کر دیگی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے یہ امید میرے محض خیال نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے اس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے تا جلد تر متفرق قوموں کو ایک قوم بنا دے اور صلح اور آشتی کا دن لا دے ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آ رہی ہے کہ یہ تمام متفرق قومیں کسیدن ایک قوم بننے والی ہیں چنانچہ حضرات مسیحی یہ خیالات شائع کر رہے ہیں کہ عنقریب تمام دنیا کا یہی مذہب ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کر کے ان لینگے اور یہودی جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں ان کو بھی اندروں میں نیا جوش پیدا ہو گیا ہے کہ ان کا ایک خاص مسیح جوان کو تمام زمین کا وارث بناویگا ابھی ورلو نہیں آیا آتا ہے ایسا ہی اسلام کی پیشگوئیاں بھی جو ایک مسیح کا وعدہ دیتی ہیں۔ ان کے وعدہ کا دن بھی ہجرت کی چودھویں صدی تک ہی ختم ہوتا ہے اور عام مسلمانوں کا بھی خیال ہے کہ ایسا زمانہ قریب ہے کہ جب تمام زمین پر اسلام پھیل جائیگا اور بعض سناتن دھرم کے پنڈتوں سے میں نے سنا ہے کہ وہ بھی اپنے ایک اوتار کے ظاہر ہونے کا زمانہ اسی زمانہ کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آخری اوتار ہے جس سے تمام زمین میں دھرم پھیل جائیگا اور آریہ صاحبان اگرچہ کسی پیشگوئی کے قائل تو نہیں تاہم اس ہوا کی تاثیر سے جو چل رہی ہے وہ بھی ہمت اور کوشش کر رہے ہیں کہ ایشیا اور یورپ اور امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک میں انہی کا مذہب پھیل جائے اور عجیب تر یہ کہ بدھ مذہب والوں میں بھی نئے سرے سے ہی جوش پیدا ہو گیا ہے اور زیادہ تر ہنسی کی بات یہ ہے کہ اس ملک کے جو ہڑے یعنی بھنگی بھی اس فکر میں پڑ گئے ہیں کہ کسی طرح وہ دوسری قوموں کی زد اور دست برد سے بچیں اور ان کو بھی کم سے کم اپنے مذہب کی حفاظت کی ایک طاقت حاصل ہو جائے غرض اس زمانہ میں ایک ایسی ہوا چل پڑی ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنی قوم اور اپنے مذہب کی ترقی کا بڑے جوش سے خواہاں ہے اور چاہتے ہیں کہ دوسری قوموں کا نام و نشان نہ رہے جو کچھ ہوں وہی ہوں اور جسطرح سمندر کے تلاطم کے وقت ایک موج دوسری پر پڑتی ہے اسیطرح مختلف مذاہب ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں بہر حال ان تحریکوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ ہے جسمیں خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ مخلوق فرقوں کو ایک قوم بنا دے اور ان مذہبی جھگڑوں کو ختم کرکے آخر ایک ہی مذہب میں سب کو جمع کر دے اور اسی زمانہ کی نسبت جو تلاطم امواج کا زمانہ ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا

اس آیت کو پہلی آیتوں کے ساتھ ملا کر یہ معنے ہیں کہ جس زمانہ میں دنیا کے مذہب کا بہت شور اٹھے گا اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر ایسا پڑے گا جیسا کہ ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنا چاہیں گے تب آسمان و زمین کا خدا اس تلاطم امواج کے زمانہ میں اپنے ہاتھوں سے بغیر دنیوی اسباب کے ایک نیا سلسلہ پیدا کرے گا اور اس میں اُن سب کو جمع کرے گا۔ جو استعداد اور مناسبت رکھتے ہیں۔ تب وہ سمجھیں گے کہ مذہب کیا چیز ہے اور ان میں زندگی اور حقیقی راستبازی کی روح پھونکی جائیگی اور خدا کی معرفت کا ان کو جام پلایا جائیگا اور ضرور ہے کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ یہ پیشگوئی کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن شریف نے دنیا میں شائع کی ہے پوری نہ ہو جائے۔ اور خدا نے اس آخری زمانہ کے بارہ میں جس میں تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع کی جائیں گی۔ صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا بلکہ قرآن شریف میں اور بھی کئی نشان لکھے ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ کہ اس زمانہ میں دریاؤں میں سے بہت سی نہریں نکلیں گی۔ اور ایک یہ کہ زمین کی پوشیدہ کانیں یعنی معدنیں بہت سی نکل آویں گی۔ اور زمینی علوم بہت سے ظاہر ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے کتابیں کثرت سے ہو جائیں گی (یہ چھاپنے کے آلات کیطرف اشارہ ہے) اور ایک یہ کہ اُن دنوں میں ایک ایسی سواری پیدا ہو جائیگی کہ اونٹوں کو بیکار کر دیگی اور اسی کے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے اور ایک یہ کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو باسانی خبریں پہونچا سکیں گے اور ایک یہ کہ ان دنوں میں آسمان پر ایک ہی مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا اور ایک یہ کہ اس کے بعد زمین پر سخت طاعون پھیلے گی یہاں تک کہ کوئی شہر اور گاؤں خالی نہ رہیگا جو طاعون سے آلودہ نہ ہو اور دنیا میں بہت طاعون پڑیگی اور دنیا ویران ہو جائیگی بعض بستیاں تو بالکل تباہ ہو جائینگی اور ان کا نام و نشان نہ رہیگا اور بعض بستیاں ایک حد تک عذاب میں گرفتار ہو کر پھر ان کو بچا لیا جاویگا یہ دن خدا کے سخت غضب کے دن ہوں گے۔ اس لئے کہ لوگوں نے خدا کے نشانوں کو جو اس کے فرستادہ کیلئے اس زمانہ میں ظاہر ہوئے قبول نہ کیا اور خدا کے نبی کو جو اصلاح خلق کیلئے آیا رد کر دیا اور اس کو جھوٹا قرار دیا یہ سب علامتیں اس زمانہ میں جسمیں ہم ہیں پوری ہو گئیں عقلمند کیلئے یہ صاف اور روشن بات ہے کہ ایسے وقت میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا جب کہ قرآن شریف کی لکھی ہوئی تمام علامتیں میرے ظہور کیلئے ظاہر ہو چکی ہیں۔ یہ تمام علامتیں جو مسیح موعود کے زمانہ کے بارہ میں ہیں اگرچہ حدیثوں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن اس جگہ میں نے قرآن شریف کو پیش کیا ہے اور ایک اور علامت قرآن شریف نے

مسیح موعود کے زمانہ کیلئے قرار دی ہے کہ ایک جگہ فرماتا ہے ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔ یعنے ایک دن خدا کا ایسا ہے جیسا تمہارا ہزار برس ہے پس چونکہ دن سات ہیں اس لئے اس آیت میں دنیا کی عمر سات ہزار برس قرار دی گئی ہے لیکن یہ عمر اس آدم کے زمانہ سے ہے جس کی ہم اولاد ہیں خدا کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا تھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ کون تھے اور کس قسم کے تھے معلوم ہوتا ہے کہ سات ہزار برس میں دنیا کا ایک دور ختم ہوتا ہے اسی وجہ سے اور اسی امر پر نشان قرار دینے کیلئے دنیا میں سات دن مقرر کئے گئے تا ہر ایک دن ایک ہزار برس پر دلالت کرے ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح کے کتنے دور گذر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آ چکے ہیں۔ چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین و آسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ کیلئے معطل اور بیکار تھا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرے گا مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے اگر چاہے تو کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کر کے پھر ایسے ہی بنا دے اور اس نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو پہلی امتوں کے بعد آیا جو ہم سب کا باپ تھا اسکے دنیا میں آنے کے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے اور اس سلسلہ کی عمر کا پورا دور سات ہزار برس تک ہے یہ سات ہزار خدا کے نزدیک ایسے ہیں جیسے انسانوں کے سات دن۔ یاد رہے کہ قانون الٰہی نے مقرر کیا ہے کہ ہر ایک امت کیلئے سات ہزار برس کا دور ہوتا ہے اسی دور کیطرف اشارہ کرنے کے لئے انسانوں میں سات دن مقرر کئے گئے ہیں غرض بنی آدم کی عمر کا دور سات ہزار برس مقرر ہے اور اسمیں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ ہزار برس کے قریب گذر چکا تھا یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ خدا کے دنوں میں سے پانچ دن کے قریب گذر چکے تھے جیسا کہ سورہ والعصر میں یعنے اس کے حروف میں ابجد کے لحاظ سے قرآن شریف میں اشارہ فرما دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب وہ سورہ نازل ہوئی تب آدم کے زمانہ پر اسیقدر مدت گذر چکی تھی جو سورہ موصوفہ کے عددوں سے ظاہر ہے اس حساب سے انسانی نوع کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گذر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں بھی یہ نوشتہ

موجود ہے کہ وہ آخری مرسل جو آدم کی صورت پر آئیگا اور مسیح کے نام سے پکارا جائیگا ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا۔ یہ تمام نشان ایسے ہیں کہ تدبر کرنیوالے کے لئے کافی ہیں اور ان سات ہزار برس کی قرآن شریف اور دوسری خدا کی کتابوں کے رو سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا زمانہ ہے اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا (یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا ہے) اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے مسلط ہونے اور کھلنے کا زمانہ ہے جو قرون ثلٰثہ کے بعد شروع ہوتا اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور صلاح اور تقویٰ اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک قسم کی نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں اس کے بعد کسی دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ زمانے سات ہی ہیں جو نیکی اور بدی میں تقسیم کئے گئے ہیں اس تقسیم کو تمام انبیاء نے بیان کیا ہے کسی نے اجمال کے طور پر اور کسی نے مفصل طور پر اور یہ تفصیل قرآن شریف میں موجود ہے جس سے مسیح موعود کی نسبت قرآن شریف میں سے صاف طور پر پیشگوئی نکلتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ تمام انبیاء اپنی کتابوں میں مسیح کے زمانہ کی کسی نہ کسی پیرایہ میں خبر دیتے ہیں اور نیز دجالی فتنہ کو بھی بیان کرتے ہیں اور دنیا میں کوئی پیشگوئی اس قوت اور تواتر کی نہیں ہوگی جیسا کہ تمام نبیوں نے آخری مسیح کے بارہ میں کی ہے۔ تاہم ایسے لوگ بھی اس زمانہ میں پائے جاتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی صحت سے بھی منکر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے اس پیشگوئی کو ثابت کرو۔ مگر افسوس کہ اگر وہ قرآن شریف کو سوچتے یا اسمیں غور کرتے تو انہیں اقرار کرنا پڑتا کہ پیشگوئی قرآن شریف میں نہایت صراحت سے موجود ہے اور اس قدر صراحت سے موجود ہے کہ دانا کیلئے اس سے بڑھکر تفصیل کی حاجت نہیں۔ سورہ تحریم میں اشارہ کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کو ابن مریم کہلایا گیا ہے کیونکہ اول مریم سے ان کو تشبیہ دیکر پھر مریم کیطرح نفخ روح انمیں بیان کیا گیا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اول وہ مریمی وجود سے کا اور

اس سے ترقی کر کے پھر ابن مریم بن جائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالےٰ نے اپنی وحی میں اول میرا نام مریم رکھا اور فرمایا یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ یعنے اے مریم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو جاؤ اور پھر فرمایا یا مریم نفخت فیک من روح الصدق یعنی اے مریم میں نے صدق کی روح تجھ میں پھونک دی (گویا استعارہ کے رنگ میں مریم صدق سے حاملہ ہو گئی) اور پھر آخر میں فرمایا یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ یعنے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا پس اس جگہ مریمی مقام سے مجھے منتقل کر کے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اسطرح ابن مریم مجھے ٹھہرایا گیا تا وہ وعدہ جو سورہ تحریم میں کیا گیا تھا پورا ہو۔ ایسا ہی سورہ نور میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام خلیفے اسی امت میں سے پیدا ہوں گے اور قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس امت پر دو زمانے بہت خوفناک آئیں گے ایک وہ زمانہ جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آیا اور دوسرا وہ زمانہ جو دجالی فتنہ کا زمانہ ہے جو مسیح کے زمانہ میں آنیوالا تھا جس سے پناہ مانگنے کیلئے اس آیت میں اشارہ ہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین اور اسی زمانہ کیلئے یہ پیشگوئی سورہ نور میں موجود ہے ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا اس آیت کے معنے پہلی آیت کے ساتھ ملا کر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دین پر آخری زمانہ میں ایک زلزلہ آئیگا اور خوف پیدا ہو جائیگا کہ یہ دین ساری زمین پر سے گم نہ ہو جائے تب خدا تعالیٰ دوبارہ اس دین کو روئے زمین پر متمکن کر دیگا اور خوف کے بعد امن بخش دیگا جیسا کہ دوسری آیت میں فرماتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ یعنے خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا کہ تا دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کر دے یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور پھر یہ آیت کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن شریف کے رو سے مسیح موعود کے زمانہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مشابہت ہے۔ عقلمندوں کیلئے جو تدبر کرتے ہیں یہ ثبوت قرآنی تسلی بخش ہے۔ اور اگر کسی نادان کی نظر میں یہ کافی نہیں ہیں تو پھر اسکو اقرار کرنا چاہیے کہ توریت میں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کوئی پیشگوئی ہے نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی پیش خبری ہے کیونکہ وہ الفاظ بھی محض مجمل ہیں اور اسی وجہ سے یہود نے ٹھوکر کھائی اور قبول نہ کیا۔ مثلاً اگر صاف لفظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پیشگوئی لکھا ہوتی کہ مکہ میں پیدا ہونگے اور نام انکا اسم مبارک محمد ہوگا۔ اور ان کے باپ کا نام عبد اللہ اور دادا کا نام عبد المطلب ہوگا اور آپ بنی اسماعیل کے خاندان میں سے ہونگے۔ اور مدینہ میں ہجرت کرینگے۔ اور موسیٰ کے اتنی مدت بعد پیدا ہوں گے۔ تو ان نشانوں کے ساتھ کوئی

یہودی انکار نہیں کر سکتا تھا اور حضرت مسیح کی پیشگوئی کی نسبت تو اور بھی مشکلات ہیں یہودی پر یہ بڑی مصیبت ہے کہ وہ ابتک نہیں واقعی سند خیال کرتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح کی نسبت پیشگوئی ہے کہ وہ مسیح ظاہر نہیں ہوگا جبتک کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہ آوے۔ مگر الیاس تو ابتک نہیں آیا اور خدا کی کتابوں میں یہ شرط تھی کہ وہ سچا مسیح جو خدا کیطرف سے آئیگا ضرور ہے کہ پہلے اس سے الیاس دوبارہ دنیا میں آجاوے۔ حضرت مسیح کیطرف سے یہ جواب تھا کہ اس فقرہ سے مراد مثیل الیاس ہے نہ کہ اصل الیاس مگر یہودی کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کے کلام کی تحریف ہے ہمیں تو اصل الیاس کے دوبارہ آنیکی خبر دی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی نسبت جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ باریک ہوتی ہیں تا شقی اور سعید میں فرق ظاہر ہو جاوے۔

پھر ماسوا اس کے یہ بات ظاہر ہے کہ جو دعوے راستی پر مبنی ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ ایک ہی ثبوت نہیں رکھتا بلکہ اس ہیرے کیطرح جس کے ہر ایک پہلو میں چمک نمودار ہوتی ہے وہ دعوے بھی ہر ایک پہلو سے چمکتا ہے سو میں زور سے کہتا ہوں کہ میرا مسیح موعود ہونے کا دعوے اسی شان کا ہے کہ ہر ایک پہلو سے چمک رہا ہے اول اس پہلو کو دیکھو کہ میرا دعوے منجانب اللہ ہونیکا اور نیز مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونیکا قریباً ستائیس برس سے ہے یعنی اس زمانہ سے بھی بہت پہلے ہو کہ براہین احمدیہ ابھی تالیف نہیں ہوئی تھی اور پھر براہین احمدیہ کے وقت میں وہ دعوی اسی کتاب میں شائع کیا گیا جس کو چوبیس برس کے قریب گذر چکے ہیں اب دانا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جو کا سلسلہ اسقدر لمبا نہیں ہو سکتا اور خواہ کوئی شخص کیسا ہی کذاب ہو وہ ایسی بدذاتی کا زمانہ لمبا نہیں ہو سکتا۔ ماسوائے اس کے اس بات کو کوئی عقلمند قبول نہیں کرے گا کہ ایک شخص قریباً ستائیس برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اور ہر ایک صبح اپنی طرف سے الہام بنا کر اور محض اپنی طرف سے پیشگوئیاں تراش کر کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور ہر ایک دن یہ دعوے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ الہام کیا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ہے حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ اس بات میں جھوٹا ہے نہ اس کو کبھی الہام ہوا اور نہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوا اور خدا اس کو ایک لعنتی انسان سمجھتا ہے مگر پھر بھی اس کی مدد کرتا ہے اور اسکی جماعت کو ترقی دیتا ہے اور ان تمام منصوبوں اور بلاؤں سے بچاتا ہے جو دشمن اسکے لئے تجویز کرتے ہیں۔ پھر ایک اور دلیل ہے جس سے میری سچائی روز روشن کیطرح ظاہر ہوتی ہے اور میرا منجانب اللہ ہونا بپایہ ثبوت پہنچتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا یعنی براہین احمدیہ کے زمانہ میں جبکہ میں ایک گوشہ تنہائی میں اس کتاب کو تالیف کر رہا تھا اور بجز اس خدا کے جو عالم الغیب ہے کوئی میری حالت سے واقف نہ تھا۔ تب اسی زمانہ میں خدا نے مجھے مخاطب

حفظ صحت

دیکھو سلسلہ کے لئے الحکم مورخہ ۱۷ و ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء

جوانی کے ضایع کرنے کا طریق صرف یہی نہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں بلکہ بعض ادیب عالم و فاضل جو فسق و فجور سے مجتنب رہتے ہیں۔ وہ بھی اپنی جوانی کی قیمت و قدر نہیں جانتے اور بعض اپنے ہی ایجاد کئے ہوئے طریقوں کو غیر سفر جان کر جوانی بلکہ اپنی جان کو اون میں تباہ کر ڈالتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اون بدعتی صوفیوں کو جو حبس نفس اور غیر مشروع دائمی چلہ کشیاں کرتے اور صائم الدہر بنتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے ایک صوفی کا ذکر ہے کہ وہ مرید کو حبس نفس یعنی دم کشی کا طریقہ تبلانے لگے شاید مرید کا دماغ و شش کمزور تھا مرید کو ٹھوکر لگی ... کے بعد دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مر گیا یعنی مر گیا جو شخص ان مہلکات ... نہ ہو وہ معذور ہے لیکن جو دیدہ ... مہلکات کو اختیار کرے وہ اپنی جان ... مائل ہے لہذا وہ قابل ملامت ہے۔

جب تمہارے رخسارے سُرخ اور چہرہ بشاش اور آنکھیں روشن ہوں اور باوجود ان باتوں کے جب کوئی کام کرنے لگو تو تمہارے قوا تمہارا ساتھ نہ دیں اور ملول خاطر ہو جاؤ تو جان لو کہ تم بیمار ہو یہ بیماری پٹھوں اور ذہن میں نہیں ہے بلکہ یہ بیماری تمہارے دل و دماغ میں ہے کیونکہ کسی کام کے افراط سے یہ دو عضو یعنی دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں جس سے نوجوان آدمی جلدی بوڑھا ہو جاتا ہے اسراف و فضولیات میں جو انسان مستغرق رہتا ہے اوس کی عقل کند اور دل ضعیف ہو جاتا ہے اور تھوڑے خوف سے اوسکا دل دھل جاتا ہے اور خفقان پیدا کر لیتا ہے وساوس اور خواطر کا اوس پر غلبہ رہتا ہے اور بے موقعہ غصہ و غضب ظاہر کرتا رہتا ہے بڑی بھاری آفت یہ ہے کہ اوس کی یہ حالت اوس کی بیماری کو اور بھی زیادہ کرتی ہے جو اوس کی ہلاکت کا موجب ہوتی ہے بسا اوقات اس قسم کے اکثر اشخاص خودکشی کر لیتے ہیں آجکل یورپ و امریکہ میں اکثر خودکشیوں کی واردات کا یہی باعث ہے اسراف و فضولیات سے اپنی جوانی کو محفوظ رکھو کیونکہ تمہارے بڑھاپے کا ذخیرہ و زاد جوانی ہی ہے۔ اگر تم اس کو اوائل ہی میں صرف کر ڈالو گے۔ تو آخر بے خرچ رہ جانا پڑے گا۔

وخیر الزاد التقوی۔

نم بکرۃ تعمر طویلا

یعنی سویرے سوؤ تو عمر دراز ہوگی

جو آدمی دراز عمر ہو کر کئی پشتوں تک زندہ رہا ہو اور بڑے بڑے کام کئے ہوں۔ جب اگر کی زندگی کی کیفیت پر غور کرو گے تو اوس میں یہ بات ضرور پاؤ گے کہ وہ سویرے سویا کرتا تھا اور اوس کی دن کی محنت و مشقت کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ نیند اوس کی مفقود راحت کے عوض میں آجاتی تھی وجہ یہ کہ کوئی انسان بغیر نیند راحت و آرام نہیں پا سکتا ہے جیسا کہ پانی و ہوا جو ضروریات زندگی میں ضروری ہیں مثل جانے سے لوگ اون کی قدر نہیں کرتے ایسا ہی نیند کی بھی قدر نہیں کرتے۔ اگر ان چیزوں کو قیمتاً خریدنا پڑے تب اون کی قدر ہو۔

پس فقیر و مفلس اپنا سارا دن کام کاج میں گذارتا اور رات کا کچھ حصہ طعام و لباس میں صرف کرتا ہے جب اوس کو ایک روپیہ مل جاتا ہے تو پہلی پہل اس کے دل میں آٹا و گوشت و لباس خریدنے کا خیال گذرتا ہے لیکن نیند و ہوا و پانی کے خریدنے کا کچھ اہتمام نہیں کرتا اور جب تک ان اشیاء میں سے کوئی ایک اوس سے بند نہ کی جاوے وہ ان اشیاء کی سخت ضرورت کو محسوس ہی نہیں کرتا۔ پس پانی کی وہی لوگ قدر کرتے ہیں جنکو خشک بیابان اور دور دراز جنگلوں کا سفر پیش آیا ہو اور اون میں پانی کا گھونٹ تک نہ ملتا ہو اور ہوا کی سخت ضرورت کی قدر تو اس طرح محسوس ہو سکتی ہے کہ خیال کرو تمہارے سینہ سے اگر ایک لمحہ بھر ہوا رک جاوے تو کسقدر تکلیف و مصیبت کا سامنا ہوگا۔ پانی و ہوا کی طرح جسم کے لئے نیند کی بھی سخت ضرورت ہے کہتے ہیں کہ ایک چینی سوداگر نے اپنی عورت کو مار ڈالا تو اوس کی سزا یہ مقرر ہوئی کہ اس پر پہرہ مقرر کیا جاوے اوسکو سونے نہ دیں اوسکو بیداری کا عذاب دیا جاوے۔ تاکہ آخر اس حالت بیداری میں مر جاوے پہلے پہل سوداگر اس سزا کو پھانسی کی نسبت بہت خفیف سمجھ کر خوش ہوا اور اوس کو پھانسی پر فضیلت دی چنانچہ اوسکو زندان میں بھیجکر اوس پر پہرہ دار مقرر کئے گئے کہ اوسکو سونے سے مانع رہیں۔ پس پہلا ہفتہ پورا اس پر نہیں گذرا تھا کہ وہ چلا اوٹھا اور ہر قسم کی سزا اس بیداری کو بہت سخت سمجھا اوس نے گورنمنٹ چین کی طرف توسلاً عریضہ لکھا بھیجا کہ بیداری کی سزا میرے سے اوٹھا کر باقی جو سزا گورنمنٹ چاہے مجھ پر وارد کردے۔ خواہ پھانسی دے خواہ جلا دے خواہ غرق کردے خواہ تلوار یا بندوق سے مار ڈالے یا توپ سے اوڑا دے یا جس طریقہ سے گورنمنٹ کی مرضی ہو مجھے مار دے مگر بیداری کی سزا میرے پر سے مرحمت فرما کر اوٹھائی جاوے۔ آخر وہ اس طریقہ سزا یعنی بیداری میں انیسویں دن سخت قلق و اضطراب میں ہو کر مر گیا۔ کچھ مدت گذری ہے کہ میں نے کسی انگریزی اخبار میں لارڈ سالسبری متوفی کی نسبت پڑھا تھا کہ جب اوسکو سہر یعنی بے خوابی کے مرض لاحق ہوئے اور وہ اس مرض سے سخت دق ہو رہا تھا ایک رات کو احاطہ میں ٹہلنے لگا اوس نے دربان اپنے ایک اردلی نوکر کو دیکھا کہ خوب خراٹے بھر کر سو رہا ہے تو اس نے حیرت سے چیخ ماری اور کہنے لگا کہ کاش میں اسکی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ پر۔

پندرہویں لوئس کو دمیان نے قتل کرنا چاہا تھا تو اوس کی سزا یہ مقرر ہوئی کہ اوس کو چار مضبوط ستونوں کے درمیان جکڑ کر اوس پر گرم کیا ہوا اور کھولتا ہوا تیل اور جلتی ہوئی گندھک ڈالتے رہیں اور کچھ مدت کے بعد اس کے جسم سے ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر اوسکو ہلاک کیا جاوے قبل ازاں کہ اس پر یہ عذاب وارد ہو باوجود اس خوف موت اور فراق عالم کے اوس پر نیند غالب آجاتی تھی اور اگر پہرہ دار نشتر چبھوکر کانٹے سے اوسکو بیدار نہ کرتے تو وہ نیند میں ایسا مستغرق ہو جاتا تھا کہ گویا وہ اپنے بال بچوں میں سویا ہوا ہے اور دمیان نے اپنے مرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ مجھ پر بیدار رکھنے کا عذاب سارے عذابوں سے سخت تر ہے نیند ضروریات زندگی سے ہے اگرچہ ہم کو قیمتاً خریدنی نہیں پڑتی بلکہ نیند کی ضرورت طعام سے بھی زیادہ ہے کیونکہ انسان طعام کے بغیر دراز مدت تک ہو کارہ سکتا ہے۔ لیکن بیدار آدمی دراز مدت زندہ نہیں رہ سکتا۔ رات کو نیند کی اشد ضرورت ہے اکثر نوجوان دیکھے جاتے ہیں کہ وہ جسقدر کھانے پینے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسقدر نیند کا اہتمام نہیں کرتے بعض اشخاص ساری ساری رات قمار بازی اور جوے بازی میں بیدار رہ کر گذار دیتے ہیں۔

جب نیند غلبہ کرے تو فوراً سو جانا چاہیئے جس قوت و طاقت کو انسان بیداری میں کھو دے اوس کا بحال کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ شاید کسی کے ذہن میں یہ بات گذرے کہ نیند کا اعتبار کمیت میں ہے نہ کیفیت میں۔ جب کسی کو سات گھنٹے سونے کی حاجت ہو تو اس میں کچھ فرق نہیں کہ خواہ وہ دن میں سات گھنٹے نیند کرے یا رات کو۔

جواب:۔ دن کا سونا رات کی بیداری کا عوض ہے۔ لیکن دن کا سونا غیر طبعی ہے جو راحت و آرام جسم کو نیند سے ملتا ہے وہ دن کی نیند سے میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ انسان عموماً ابتدائی پیدائش سے دن کو جاگنے اور رات کو سونے کا عادی ہو جاتا ہے اور یہ اس کی طبیعت میں ایک ملکہ راسخہ ہو جاتا ہے۔

خالق بیچون نے دن معاش و کسب زندگی کے لئے مقدر کیا ہے اور رات کو راحت و آرام و نیند کے لئے نامزد فرمایا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وجعلنا النھار معاشا یعنی دن کو ہم نے اس لئے بنایا ہے کہ تم اس میں روزی کماؤ اور کسب معاش کرو۔ وجعلنا الیل لباسا لتسکنوا فیہ یعنی ہم نے رات کو پردہ دار بنایا ہے کہ تم اس میں آرام پاؤ۔

بالتحقیق رات اور دن کی تاثیرات میں بڑا فرق ہے جب آدمی رات کو سوتا ہے تو اوسکی سارے دن کی ماندگی و کوفت و تکان جاتی رہتی ہے پٹھے اپنے اپنے مقام پر راست و درست ہو جاتے ہیں دل میں فرحت و دماغ میں سرور پیدا ہوتا ہے جب آدمی دن کو سو کر جاگتا ہے تو سر بھارا اور بوجھل زبان کا مزا کڑوا معلوم ہوتا ہے بسا اوقات دل میں تنگی اور اخلاق میں درشتی پیدا ہو جاتی ہے حاذق اطباء دن کی نیند کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ والنوم فی النھار یورث الامراض الرطوبیة والنوازل ویفسد اللون الا القیلولة وھی النوم قبل الزوال ساعة بشرط الاعتدال یزید فی العقل ویوجب الاستراحة من الاعیاء الحادث من الیقظة بشرط ان لا یفرط۔ یعنی دن میں نیند کرنے سے جسم میں رطوبتی و بلغمی امراض پیدا ہوتے ہیں اور جسم کا رنگ خراب ہو جاتا ہے۔ مگر قیلولہ جو کہ صبح کا کھانا کھا کر زوال سے پیشتر طبیعت معتدل سونے کی حالت میں ایک گھنٹہ تک نیند کی جاوے تو عقل میں ترقی ہوتی ہے اور بیداری کی کوفت و ماندگی دفع ہو جاتی ہے بشرطیکہ نیند زیادہ نہ ہو۔ ... انسان سارے دن کی نسبت صبح کے کام میں زیادہ چست و چالاک ہوتا ہے اسکا سبب رات کی نیند کے رات کا سامان ہے۔

لہذا سویرے سونا اور سویرے جاگنا انسان کے لئے صحت و راحت کا عمدہ وسیلہ ہے ؎

رات کو سونا سویرے صبح کو اوٹھنا شتاب
صحت و دولت بڑھائے عقل کو دے آب و تاب

ایسے ہی انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے۔

Early to bed and early to rise is the way to be healthy and wealthy and wise

یعنی سویرے سونے اور سویرے جاگنے سے انسان تندرست رہتا ہے اور اوسکی صحت و دولت و عقل میں ترقی ہوتی ہے واضح رہے کہ نیند سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان چارپایوں کی طرح جنکا پیشہ ہے ؎

خواب و خور چہ پیشۂ انعام نیست
خفتگاں را بہرہ از انعام نیست

ہے اون کا مصداق بنکر ساری رات نیند میں غافل پڑا رہے بلکہ کچھ حصہ رات کا سوے اور کچھ حصہ عبادات ایزدی نماز و استغفار میں گذارے جو لوگ آخری حصہ رات میں اذکار الٰہی میں مشاغل ہوتے ہیں اون کی قرآن کریم نے
نیک صفت بیان فرمائی ہے یبیتون لربھم سجدا و قیاما و بالاسحار ھم یستغفرون۔ آخری حصہ رات میں اور بالخصوص علی الصباح نماز کے وقت سونے سے انسان امراض جلدیہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے

بیت الحکمت اندلس

یعنی

اندلس کا طلسم گھر

آج کل اندلس کے نام سے (جس کا دوسرا نام اسپین ہے[1]) ہر شخص واقف ہے اس ویران گمر سرسبز و شاداب جزیرہ میں وہ لوگ (یونانی) آباد ہوئے جو عام طور پر علوم و فنون کے موجد سمجھے جاتے ہیں[2] جنہوں نے اپنے ملک کی حفاظت کیلئے سیکڑوں تدبیرین کین جنمین سے ایک بیت الحکمت ہے جو اس کی حفاظت کا ایک بڑا سبب سمجھا گیا۔ اہل یونان جو حکمت اور دانائی مین مشہور ہین سکندر کے عہد حکومت سے پہلے یہ لوگ مشرق مین رہتے تھے جب اہل فارس کا غلبہ ہوا تو مشرقی بلاد سے یونانی بیدخل ہوکر اندلس (اسپین) مین آباد ہوگئے۔ جزیرہ اندلس اس زمانہ مین ویران تھا۔ کہ طوفان نوح کے زمانہ سے یہ جزیرہ ایسا ویران ہوگیا کہ اس سرزمین کو دیکھکر کسی کے دل مین یہ خیال بھی نہیں آتا تھا کہ کبھی یہان آبادی ہوگی اور یہ جزیرہ اندلس بن یافث بن نوح علیہ السلام کا آباد کیا ہوا ہے جس سے اس کی وجہ تسمیہ بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اب ہم صرف بیت الحکمت کا حال لکھنا چاہتے ہین کہ وہ کیا تھا۔ اور کس غرض سے تعمیر کیا گیا تھا۔

ہمیشہ سے یونانیون کا خیال تھا کہ جنگ و جدال بیفائدہ چیز ہے کیونکہ اس مین بجز اتلاف نفوس انسانی کے اور کوئی معتدبہ فائدہ متصور نہین۔ اسی خیال نے ان کو جنگ و جدال سے باز رکھا بلکہ زیادہ تر ان کی کوشش کا دارومدار تحصیل علوم اہیا و فنون پر منحصر تھا۔ اور انہوں نے شہر کی آراستگی اور زیب و زینت مین اپنی بے بہا اور قیمتی کوششون کو صرف کیا جسکی وجہ سے یہ شہر تمام ممالک مین آپ ہی اپنی نظیر بن گیا بلکہ دنیا کے تمام شہرون کے مقابلہ مین اس شہر کو عروس بلاد یا فردوس البلاد کا خطاب باتحقیق بجا نب حقدار سمجھا گیا۔ خصوصاً شہر طلیطلہ اپنی دلربا یا زیب و زینت کی وجہ سے یونان کا دار السلطنت و دار الحکمت قرار پایا جو بین وسط جزیرہ مین واقع تھا۔

قدرتی طور پر اندلس آب و ہوا اور پیداوار کے لحاظ سے تو بے نظیر ہی تھا مگر خوشنما خوش وضع اور دلچسپ عمارات کے ایسے اسباب تھے جو اس کے حسن و جمال کو دوبالا کرتے۔

اس شہر کی خوبیون پر نظر کرنے کے بعد اندلسیون کو یہ بہت ہی سچا خیال پیدا ہوا کہ بربری اور عرب (جو اُن کے پڑوسی ہمائے تھے) بالضرور ہمارے شہر پر حملہ کرین گے[1] اسی خیال سے انہوں نے اپنے شہر کی حفاظت کیواسطے متعدد اور مختلف وضع قطع کے طلسم گھر بنائے اخیر پر انہوں نے جو طلسم گھر بنایا اس شہر کی حفاظت کیلئے ان سب مین ہی ممتاز سمجھا گیا۔ اور جسکی وجہ سے غیر اقوام کو اس ملک پر فتح پانا دشوار بلکہ قریب محال کے ہوگیا۔ اندلس مین متعدد حکمران تھے اور اس جزیرہ مین جو شہر جانب مشرق تھا وہ فارس کے نام سے موسوم تھا فارس کے بادشاہ کی ایک حور وش جمال لڑکی تھی جس کے حسن و جمال کا ملک اندلس مین جابجا چرچا تھا۔ اندلس کے ہر ایک حکمران کی یہ خواہش تھی کہ فارس کی شاہزادی سے مین ہی نکاح کرون۔ چنانچہ اندلس کے تمام بادشاہون نے فارس کے حکمران کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ شاہزادی کو اپنے سے بیاہ دے۔ شاہ فارس ان حکمرانون سے کچھ ایسا عاجز اور دبا ہوا تھا کہ ان مین سے کسی کی دلشکنی گوارا نہین کرسکتا تھا ورنہ صاف طور پر کسی کو انکاری جواب دیسکتا تھا اگر وہ ایک کو راضی رکہنا چاہتا تھا تو فوراً دوسرے کی ناراضی کے خیال سے اوس کو روک دیتا۔ آخر کو وہ بہت مجبور رہا۔ اور اپنی بیٹی کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور اس سے یہ بھی کہدیا کہ مین ان سب مین سے کسی کو ناراض نہین کرسکتا۔

بادشاہ اور شاہزادی کا مکالمہ

شاہزادی - ابا جان آپ بہت پریشان اور متفکر معلوم ہوتے ہین۔

بادشاہ (شہزادی کے سامنے چند خطوط ڈالکر) دیکہو میرے متفکر ہونیکا تمام ذخیرہ یہی ہے۔

شاہزادی (خطوط کو پڑہکر) ابا جان یہ بہی کوئی مشکل بات ہے آپ مطمئن رہئے مین بہت ہی سہل تدابیر سے اُن سب کو سمجھا دونگی۔

بادشاہ (شاہزادی سے) وہ کیا تدبیر ہے

شاہزادی - (اپنے باپ سے مخاطب ہوکر) آپ ان سب کو یہ لکہہ بھیجئے کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اسی کی رائے پر رکہا ہے وہ جس کو پسند کریگی اُس سے بیاہ دینے کا مین ذمہ وار ہون - جب وہ میرے پاس پیغام بھیجین گے تو مین چند شرطون پر اپنا نکاح قبول کرون گی جن کا انفاذون سے دشوار ہوگا اور جو بادشاہ میری شرطین قبول کریگا مین اسی سے نکاح کرونگی۔

بادشاہ وہ کیا شرطین ہین

شاہزادی مین پہلی شرط یہ پیش کرون گی کہ جو بادشاہ عالم اور حکیم ہوگا وہی میرے ساتھ نکاح کرنیکا مستحق ہوگا۔ اور حسب موقع اور شرائط بھی زیادہ کرتی رہونگی۔

اس تدبیر سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور اُن سلاطین کو اس مضمون کے خط لکھ بھیجے کہ مین اس مقدمہ مین تمکو کچھ جواب نہین دیسکتا کیونکہ مین نے شاہزادی کو اس امر کا اختیار دیدیا ہے وہ جسکو پسند کریگی اس سے نکاح کردیا جائیگا۔ اور تم بلا وساطت غیری براہ راست شاہزادی سے درخواست کرو۔

جب تمام سلاطین اندلس اس امر سے مطلع ہوئے تو انہوں براہ راست شاہزادی کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔

شاہزادی نے ان سب کو لکہہ بھیجا کہ مین اس بادشاہ سے نکاح کرون گی جو عالم اور حکیم ہو جب سب بادشاہون نے نامہ پڑہا تو وہ بادشاہ جو محض بے علم تھے خود ہی خاموش ہوگئے لیکن ان سب میں دو بادشاہ بڑے فاضل اور حکیم تھے انہوں نے فرداً فرداً شاہزادی کو لکہہ بھیجا کہ مین حکیم ہون۔ ان دونون کی درخواست سے بادشاہ پھر متفکر ہوا

شاہزادی - ابا جان آپ پھر متفکر معلوم ہوتے ہین۔

بادشاہ (شاہزادی کے سامنے اُن دونون کے خط ڈالکر) یہی سبب ہے۔

شاہزادی - یہ بھی کوئی مشکل بات نہین ہے آپ بالکل مطمئن رہین مین جواب لکہہ کر بہیجتی ہون۔

بادشاہ (شاہزادی سے) وہ کونسی صورت ہے جو میری فکر کو دور کرے۔

شاہزادی مین اُن سے ایسی درخواست کرتی ہون کہ وہ ہمارے ملک کی حفاظت کیلئے دو طلسم گھر بنادین اور جو کوئی پہلے بنادیگا وہی مستحق نکاح ہوگا۔

اس تدبیر سے بادشاہ خوش ہوا۔ پھر شاہزادی نے ان دونون کو جواب لکہہ بھیجا۔

ایک کو تو یہ لکہا کہ آپ مجھ کو ایک طلسمی پن چکی فلان جنگل مین بنا دیجئے اور وہ ہمیشہ آب شیرین کی نہر کے ذریعہ بغیر کسی خرچ و امداد و آلات کے چلا کرے۔

اور دوسرے کو یہ لکھ بھیجا کہ مین جس شہر مین ہون وہ شہر بربری ظالمون کی دست درازی سے محفوظ نہین ہے۔ آپ ہمارے ملک کی حفاظت کیلئے ایک ایسا طلسم گھر بنا دیجئے کہ ہمیشہ آرام و عافیت سے ظالم بربریون کے ظلم سے بے خوف بسر کرسکین۔

اور یہ بہی شرط ہے کہ جو کوئی پہلے اپنا کام پورا کرے گا وہی میرے ساتھ نکاح کرنیکا مستحق ہوگا۔

اُن دونون نے اس اخیر شرط کو بہی بسر و چشم قبول کرکے کام شروع کردیا جس بادشاہ نے پن چکی بنانیکا اقرار کیا تہا کاریگرون کو جمع کرکے کام شروع کروادیا۔ اور سینکڑون سنگ تراش انجنیر کی ہدایت کے مطابق پتھرون کے کاٹنے اور تراشنے مین مشغول ہوئے اور آب دریا کے کنارے پر مقام **دقاق** اور [illegible] کے درمیان پن چکی کی بنیاد ڈالی گئی اور سارے ہی کارگرون نے پتھر جمانا شروع کیا اور پتھرون کی ساخت مین لانے مین انہون نے اپنی صناعی کا اعلیٰ نمونہ دکہا دیا۔ آب شیرین کی نہر بھی بہت جلد تیار کردیگئی۔ جو اس چکی کے لئے ایک غور دانش کا کام دیسکتی تھی چنانچہ آجتک مقامی **دقاق** اور سینہ اور جزیرہ **خضراء** مین اوس کے ٹوٹے ہوئے نشان ہین[1] لیکن اسکی تعمیر مین بہ نسبت پن چکی کے تعمیر کے کسی قدر مدت صرف ہوئی اسلئے کہ اس بادشاہ نے طلسم گھر کو جس وضع پر بنانا چاہا تھا اسکی رصدگاہ بنانے سے بہت دیر لگی۔ مگر پھر بھی وہ اسکی تعمیر مین رات دن مصروف رہا۔ اُس نے ساحل بحر پر ایک بالو کے میدان مین مربع بنیاد سارنگ ڈالکر اُسے کہود وانا شروع کیا اسکی تعمیر مین سفید رنگ کا پتھر لگایا گیا۔ اس رصدگاہ کا حصہ پائی زمین مین اسقدر تھا جسقدر اس کا حصہ سطح زمین سے سطح ہوا تک بلند تہا۔ اس طلسم گھر مین علاوہ اور طلسمی چیزون کے جو ایک صندوق ودیعت رکہی گئی تہی طلسم کی سطح پر ایک بربری کی برنجی مورت جس کا طول تقریباً ساٹھہ یا ستر درع تہی نصب کیگئی تہی اس مورت کے اور کے

[1] نوٹ: اندلس یا اندلوسیہ اسپین کے حصہ جنوبی کا نام ہے نہ کہ تمام اسپین کا۔
[2] قدیم مورخین کا قول ہے کہ حکمت زمین کے تین حصون مین تقسیم کیگئی۔ یونانیون کے دماغون پر۔ اہل چین کے ہاتہون پر۔ عرب کی زبان پر کذا قال ابن خلقان۔

[1] چونکہ بربری وحشی اور زبردست تہے بے خوف و خطر اندلس مین آیا جایا کرتے تہے اندلسیون کی یہ مجال نہین کہ ان کو روک سکتی اور بربری کے ان یونانی ایسا ڈرتے تہے جیسے جنگل مین شیر سے بہیڑ بکری ڈرا کرتے ہین اور بربری زیادہ ظلم و زیادتی سے اُن کے دلون مین عداوت پیدا ہوگئی تہی آخرکار ان دونون قومون مین عداوت اسقدر بڑہ گئی کہ ایک قوم کے آدمی کو دوسرے آدمی کی صورت دیکہنا گوارا نہ رہنے لگا۔ مگر پھر بھی بربری اندلسیون کے محتاج تہے اس لئے کہ جزیرہ اندلس مین پیداوار بہت ہی اچھی ہوتی تہی جو اس جگہ کے سوا بربرین کو اور کہین سے نصیب نہیں ہوسکتی تہی۔ غرضیکہ قدرتی طور پر طرفین مین کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے تہے جس کے سبب سے ایک قوم دوسری قوم کی محتاج تہی۔ کذا قال ابن خلکان۔

[1] بعض مورخین یہ لکھتے ہین کہ ٹوٹے ہوئے نشان اس پل کے آثار ہین جو سکندر نے سینہ سے جزیرہ تک عبور کرنے کے لئے بنایا تہا۔ کذا قال ابن خلکان۔

حصہ کا قطر قریب ایک ورداع کے تھا۔ اس مورت کے دیکھنے سے کاریگروں کی اعلیٰ درجہ کی صناعی ظاہر ہوتی تھی اس مورت کے سر کے بال پاؤں تک لٹکے ہوئے تھے وہ نیچے آکر ایک چادر کی صورت معلوم ہوتی تھی اس بیت الطلسم گھر کے اوپر کی سطح پر کھڑا ہوا ہمیشہ ایک نکل کے ذریعہ سے سیٹی بجایا کرتا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک کنجی بھی دی گئی تھی وہ اپنی اسی انگلی سے جس میں کنجی تھی دریا کی طرف یہ اشارہ کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ادھر آنے کا قصد نہ کرے۔ علاوہ اس کے اس طلسم گھر میں عجیب عجیب کرشمے تھے جو مختلف مورتوں کی شکلوں سے پیرایہ میں جلوہ گر تھے اور یہ بھی ایک عجیب و غریب کرشمہ تھا کہ جب کبھی ادھر اتفاقاً بہریوں کا جہاز آجاتا تھا تو اس مورت کے ہاتھ سے کنجی گر پڑتی تھی۔

پن چکی اور طلسم گھر بنانے والے دانشمند ہر ایک حکیم کی یہ خواہش تھی کہ میں ہی پہلے اپنا وعدہ وفا کروں تاکہ شاہزادی سے ساتھ نکاح کرنے کا مستحق ہو جاؤں کیونکہ اخیر شرط جس پر ایک کی کامیابی منحصر ہے وہ یہی تھی کہ دونوں میں سے جو کوئی پہلے اپنا وعدہ پورا کرے گا اسی کو نکاح کا استحقاق حاصل ہوگا۔ پن چکی بنانے والا حکیم بہت جلدی کے ساتھ اپنا کام پورا کر چکا مگر قدرتی طور پر یہ بات منظور تھی کہ دونوں طلسم تیار ہو جائیں اس واسطے ایک دوسرے کے کام سے انتظام سے خبر نہ ہونے پائی۔

جس روز پن چکی بنانے والا اپنے کام سے فارغ ہوا تو اس نے شہر میں منادی کروادی کہ اب صرف شہر میں پانی دوڑتا رہ گیا ہے اور پن چکی چلائے جانے کا دن بھی معین کر کے اشتہار دیدیا کہ فلان روز چکی چلیگی جب اس نے چکی چلا دیا تو اوس وقت طلسم گھر والے کو خبر ہوئی کہ حریف مقابل بازی جیت گیا اسوقت وہ مورت پر صیقل کر رہا تھا جو طلسم گھر کے اونچی سطح پر بنائی گئی تھی وہ یہ حال دیکھکر بیہوش ہو گیا اور فوراً چھت سے گر کر مر گیا۔ اور شرط کا میدان پن چکی بنانے والے کے ہاتھ رہا اور شاہزادی سے نکاح کیا۔ (عروج)

وفات

الحکم ... اخبار کے کسی گوشہ میں درج

دنیائے بے ثبات میں کیا ہو جہین ثبات
اس شہر میں ہم مقیم وہ گہری سفر میں ہے
ستی ہوئے وہ بیٹھے ہوئے چھوڑ کر مجھے
کچھ تو بتا کسی کا سپاہ اسفر میں ہے

اے چارہ ساز لذت سوز نہان نہ پوچھ
میں کیا بتاؤں لطف جو درد جگر میں ہے
یارب شب فراق میں آتی نہیں ہے نیند
دل میں خیال یار ہے نقشہ نظر میں ہے
ہمدم نہ منع کر مجھے رونے دے زار زار
دریا کا جوش آج میری چشم تر میں ہے

برادران السلام علیکم

ہمارے دینی بھائی سید میر گل شاہ صاحب ۲۳ اگست کو فوت ہو گئے ہیں۔ ان کے عجیب و غریب بیان بہ موت کا تذکرہ میں پھر کسی وقت مفصل طور پر کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس وقت برادران طریقت کی خدمت میں صرف اتنی عرض ہے کہ جو احمدی بھائی میری اس اطلاع کو دیکھے وہ ضرور سید میر گل شاہ صاحب کا جنازہ پڑھیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یہ وہ صاحب ہیں جن کا ذکر عسل مصفی کے صفحہ میں بھی مصنف نے کیا ہے ان کو احمدی ہونے کی وجہ سے باپ سید فتح علی شاہ نے عاق کر دیا تھا اس سبب سے خدا نے ان پر اتنا فضل عظیم کیا کہ مرض موت میں برابر نماز پڑھتے رہے اور درود اور استغفار کا ورد کرتے رہے اور اور آخری کلام اون کا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ ہوا۔ اور بعد وفات چہرہ اسقدر نورانی ہوا کہ مخالفین بھی حیران تھے۔ صبح کو مولوی عبد الرحمن نے فتویٰ دیا کہ یہ مرزائی ہے اس کا جنازہ جائز نہیں ہے جب عوام کا خیال اُلٹا دیکھا تو پھر خود ہی بمعہ تمام مخالفین کے نماز جنازہ پڑھا۔ مبارک ان کو جو احمدی ہونے کی وجہ سے والدین سے عاق ہوتے ہیں میں پھر کہتا ہوں کہ بہت ہی مبارک ہے وہ انسان جو اس امام آخر الزمان کے اتباع کی وجہ سے کفر اور کذب اور استادوں اور والدین سے عاق ہونے کا خطاب پاتا ہے۔

والسلام مع الاکرام۔

راقم محمد یٰسین خاطر حزین از داتہ ضلع ہزارہ

جنگ کی مخالفت

کونٹ لیو ٹالسٹائی نے موجودہ جنگ روس و جاپان کی مخالفت میں لمبی چوڑی مراسلتیں شائع کی ہیں جنہیں مذہباً ثابت کیا ہے کہ یہ جنگ محض شیطان کی انگیخت ہے جس نے روسیوں اور جاپانیوں کے سر پر سوار ہو کر جادہ راستی سے گمراہ کر دیا ہے اور وہ اپنے اپنے مذہبی اصولوں کو بھول کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

ہم اس کے مضمون کو مفصل درج کرنے سے پہلے اس کے مختصر حالات بیان کرنے مناسب خیال کرتے ہیں۔ یہ روسی نسل کا امیر ابن امیر ہے اسوقت اسکی عمر پچھتر برس کی ہوگی اس کی شکل و شباہت بالکل فقیرانہ ہے۔ مگر جسمانی قوت اور دماغی طاقت میں اب بھی جوانوں کے کان کترتا ہے۔ عین عالم شباب میں فوج میں بھرتی ہوا۔ مگر محاربہ کریمیا کے بعد فوجی ملازمت سے مستعفی ہو کر تالیف و تصنیف میں مصروف ہوا۔ اور مذہبی تصانیف کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ مصروف کی اور ناول نویسی کے میدان میں سب سے بڑھ کر گوئی سبقت لے گیا۔ اور اپنے ملک کے بے زبان کاشتکاروں کی حمایت پر کمر بستہ ہوا۔ جو ۱۸۶۱ء تک قانوناً اپنے متمول مالکان زمین کے غلام تھے اور ان کے ساتھ بالکل غلاموں کا سا سلوک کیا جاتا تھا اور گو کاشتکاروں کو آزادی ملنے سے مالکان اراضی کی مطلق العنانی غارت ہوئی تھی۔ تاہم کونٹ ٹالسٹائی زبردست تحریروں کا روسی ارکان سلطنت و اعیان مملکت کے دلوں پر اسقدر بھاری اثر ہوا کہ انہوں نے کاشتکاروں کی آزادی کے مخل تمام قوانین منسوخ کر کے ان کو مالکوں کے زبردست پنجہ سے رہائی دی جس کے باعث رعایا کے اس طبقہ کے لوگ قدرتی طور پر اس پر جاں نثار و فدا ہوئے۔ اور یہ روسی سفاکوں کے پنجہ سے محض اپنی ہر دلعزیزی کے باعث جانبر ہوا۔ ورنہ جو لوگ اس کے ہاتھوں سے نالاں تھے وہ بلا مبالغہ اس کا کچومر ہی نکال دیتے۔

الحکم میں قبل ازیں اس کا ایک خط بنام مفتی محمد صادق صاحب چھپ چکا ہے۔

کونٹ لیو ٹالسٹائی نے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ مراسلتوں کا ایک لمبا چوڑا سلسلہ اپنی زبان میں شائع کیا ہے جس کا ترجمہ ہم ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:-

باب اول

پھر جنگ۔ اور پھر رنج و محن کا سامنا جو بالکل ضروری نہیں اور ناحق گلے ڈالی جاتی ہے جس کے واسطے لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ عوام الناس کو بیوقوف بنایا جاتا ہے اور بے شمار اشخاص کو تہ تیغ کرایا جاتا ہے۔

لکھو کہا آدمی (جو ایک جانب تو بدھ مذہب کے پیرو ہیں جن کے عقیدہ میں انسانوں کو چھوڑ حیوانوں تک کو بھی ہلاک کرنا گناہ کبیرہ میں داخل ہے اور دوسری جانب عیسائی ہیں جن کا پہلا اصول ایک دوسرے سے برادرانہ الفت اور محبت کرنا ہے) جنگلی درندوں کی طرح ایک دوسرے کو ہلاک کرنے اذیت پہونچانے اور جور و ستم کا مورد کرنے کے لئے خشکی اور تری پر تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ کیا یہ خواب ہے یا فی الواقعہ ظہور میں آرہا ہے؟ ایک ایسا عالم چھایا ہوا ہے جس کے دیکھنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ کاش یہ رویہ بھی نہ ہو بلکہ عالم خواب بعد بیداری کے بعد نام و نشان بھی نظر نہ آئے۔ مگر افسوس یہ خواب نہیں بلکہ دردناک امر واقعہ ہے۔

تاہم دور اندیش سمجھ سکتے ہیں کہ کسطرح جاپانی دھوکہ دیکر اپنے کھیتوں سے جدا کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اون کو بچپن سے سکھایا گیا ہے کہ بدھ مذہب صرف زندہ حیوانوں پر ہی ترس کرنا نہیں سکھاتا بلکہ اپنے دیوتوں کے آگے قربانی کرنے میں بھی اسی قسم کی اخلاقی درس دیتا ہے۔ اور اسیطرح غریب واحد لوگ قولاً یا عملاً گورداؤ کے پڑوس سے اٹھائے گئے ہیں جن کے ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ دین عیسوی میں حضرت عیسیٰ مسیح۔ مریم اور حواریوں وغیرہ کی عبادت کیجاتی ہے۔ باینہمہ صدیوں کے جبر اور دھوکہ سے دنیا کا سب سے بڑا گناہ یعنی بھائیوں کو قتل کرنا اسطرح ان کے ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ گویا ان کے لئے اس میں نعمت دنیا و عقبیٰ پائی جاتی ہے اور صالح اور شلیمنتوں کا دنیا میں سب سے بڑا اور نیک فرض یہی ہے کہ ہزاروں میلوں کے فاصلوں سے جا کر اپنے بھائیوں کو قتل کریں۔

لیکن جن لوگوں کو ذہین اور عقیل ہونے کا دعویٰ ہے وہ کسطرح جنگ کا وعظ اور اپنے اس دعوے کی تائید کر سکتے ہیں اور خود اس کے خطروں کو برداشت کرنے کے بغیر اپنے سادہ لوح بھائیوں کو لڑائی کیواسطے بھیجنا داخل ثواب سمجھ سکتے ہیں؟ یہ ذہانت کے پتلے اگر اپنے آپ کو عیسائی سمجھتے ہیں تو قانون عیسوی کو کسطرح نظر انداز کر سکتے ہیں؟ لیکن جنگ کے مظالم۔ لغویت اور حماقت کی نسبت جو کچھ کہا جاتا ہے وہ صفحہ قرطاس پر موجود ہے جو کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے وہ زبان زد خلائق ہے۔ پس جنگ کے بانی اس لئے ذہین اور عقیل ہوں گے کہ خود سب کچھ جانتے ہیں اور سر کٹانے والوں کو موم کو بنانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ چنانچہ اسکی ایک بڑی تعداد نے اس بات کا علی الاعلان پبلک کے سامنے اعتراف کیا ہے۔ دیکھئے کہ ہیگ کی کانفرنس میں کیا ہوا تھا۔ اور اس مأخذ کی تمام کتب و رسالے۔ اخبارات اور پمفلٹ وغیرہ اور وہ سپیچیں کیا کہہ رہی ہیں جنہیں زور دیا گیا تھا کہ تمام سلطنتیں اپنے تنازعات کا بذریعہ ثالثی فیصلہ کرایا کریں۔ کون سمجھدار شخص کہہ سکتا ہے کہ سلطنتوں کی ہمیشہ سے آپس میں مورچہ بندیوں کے استحکام اور جنگی طاقت کو تقویت دینے کے بارہ میں جو رقابت چلی آئی ہے۔ محض اسے خون خرابہ یا دیر الیہ ہونا مد نظر نہیں تھا۔ دانشکار لوگ خوب جانتے ہیں کہ انسانوں کے پسینہ کی کمائی کا کروڑہا روپیہ جنگوں کی تیاریوں میں صرف

بہر حال تا ہیتی اور جنگ کے میدان میں لکھوکھا بیکس و جبیہ جوان اسوقت غارت کئے جاسکتے ہیں۔ جو وقت ان کی کمائی کیواسطے نہایت ہی موزون ہوتا ہے (چنانچہ گذشتہ صدی میں قریباً ڈیڑھ سو کروڑ جوان تباہ کئے گئے ہیں) اور رسم غلامی کے استیصال کیواسطے معرکون میں جو روپیہ غارت کیا گیا تھا وہی بطور زر فدیہ ادا کرنے سے غلام آزاد کرائے جا سکتے تھے۔

سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ جنگ کمینہ حیوانی خواہشات کو جوش میں لاکر انسان کو متبدل کر سکے حیوانوں سے بدتر بنا دیتی ہے جنگ کی تائید میں کوئی بھی زبردست اور اطمینان دلانے والی دلیل پیش نہیں کیجا سکتی۔

فرانس کے ڈی ... موقتی نے جو نہایت فصیح و بلیغ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس بارہ میں کیا فصاحت جھاڑی تھی جبکہ انہوں نے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر بیان کیا تھا کہ ہر ایک انسانی مصیبت سے نتائج نیک پیدا ہوتے ہیں۔ لڑائیاں ہمیشہ ہوتی آئی ہیں لہذا آئندہ بھی رزمگاہ گرم ہوتے رہیں گے گویا کہ انسانوں کی بداعمالیاں نتائج نیک کی آڑمیں جائز ٹھہرائی جاتی ہیں۔ زمانت کے تمام مدعی اس قسم کی فلسفے کے حسن و قبح سے واقف ہیں۔ مگر جب معرکہ شروع ہو جاتا ہے تو انہی زمانہ کے چلتے پرزون سے متعلق کی بھی کایان پلٹ جاتی ہے۔ چنانچہ کل ہی جو لوگ جنگ کی برائیاں بیان کر رہے تھے حتی المقدور انسانوں کو ذبح اور انسانی ساختون کو غارت ہونے کے در پے ہو رہے ہیں اور انہی لوگوں کو سفیدوں میں بھیدتے ہیں جو اپنی محنت کی کمائی سے ان چلتے پرزون کے پیٹ بھرتے ہیں اور ان کی عیش و عشرت کے سامان بہم پہونچاتے ہیں۔

باب دوم

یہ ظلم، کذب اور حماقت بعید از فہم ہے کہ وہی زار روس جو تمام قوموں سے دنیا کی سطح پر امن قائم رکھنے کی التجا کر رہے تھے اب علانیہ کہتے ہیں کہ میں نے ہر چند امن کو قائم رکھنے کیواسطے کوشش کی جسکا میں ہمیشہ دل و جان سے حامی رہا ہوں (حالانکہ عملی طور پر لوگوں کے املاک پر قبضہ کر لیا اور مال مسروقہ کی حفاظت کیلئے اپنی افواج کو تقویت دینے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی) مگر افسوس اب جاپانیوں کے حملہ اور ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا پڑا۔ جیسا کہ انہوں نے روسیوں کے ساتھ کیا۔ یعنی کہ جاپانی تہ تیغ کئے جاتے ہیں اور خونریزی کے اعلان میں تائید ایزدی

کے واسطے دعا مانگی جاتی ہے حالانکہ دنیا میں انسانوں کو قتل کرنے سے زیادہ کوئی گناہ عظیم نہیں۔ اور دوسری جانب شہنشاہ جاپان بھی اسی قسم کے وہم میں محو ہیں۔

ان دونوں کے سائنس اور قانون دان (مثلاً ایم مارٹینز اور مارٹن) یہ ثابت کرنے میں ہمہ تن ساعی و کوشان ہیں کہ پچھلے دونون امن کیواسطے جو بے تکی ہانک لگائی تھی۔ ان دونوں کی جنگ میں جو غیروں کے املاک پر قبضہ کرنے سے چھڑ گئی ہے کوئی ضد نہیں۔ اس پولیس کے حامی شستہ و برجستہ فرانسیسی زبان میں یہ ثابت کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں (حالانکہ وہ کسی تنبو و باشندہ پر عمل کر رہے ہیں) کہ ارتباط یکجہتی و امن قائم رکھنے کی کوشش کے بعد (یا دوسرے الفاظ میں دنیا کو دھوکا دینے کی کوششوں کے بعد) گورنمنٹ روس کو مجبوراً اس سوال کے حل کرنے کیواسطے یہ معقول ڈھنگ اختیار کرنا پڑا ہے (یعنی کہ انسان ہلاک کئے جائیں) دوسری طرف مدبران جاپان بھی اسی اور پیش بین ہیں۔ قطع نظر اس کے سائنس کے جاننے والے مورخ اور فلسفہ دان زمانہ حال کا گذشتہ ایام کے ساتھ مقابلہ کر کے دقیق نتائج نکال رہے ہیں کہ قوموں کے حرکات و سکنات کے قوانین کیسے ہیں۔ اور گوروں اور کالوں کے اور بدھ مذہب والوں اور عیسائیوں کے تعلقات کیا ہیں۔ اور ان نتائج سے عیسائیوں کا ہاتھوں سے بدھ مذہب والوں کی ہلاکت کو جائز ٹھہرا رہے ہیں۔ اسیطرح جاپانی سائنس دان بجائے خود اخلاقی جاول کی تحقیق کیا ہے ہیں اور بڑی مسرت کے ساتھ آپ دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہلاکت کی تائید میں دلائل قاطع اور براہین ساطع پیش کر رہے ہیں۔

روسی اخبار نوتیس شرم کو بالائے طاق رکھکر جھوٹ فریب اور مکاری سے جسطرح بن پڑے یہی راگ الاپ رہے ہیں کہ روسی ہرطرح نیک، زبردست اور نیک و پارسا ہیں جاپانی جھوٹے کمزور اور ناقص العقل ہیں اور جو لوگ روسیوں انگریزوں اور اہل امریکہ کے معاملہ میں وہ سب شریر النفس اور ناعاقبت اندیش ہیں اور دوسری جانب جاپانی اخبار بھی اسی قسم کے منطق جھانٹ رہے ہیں۔

ان لشکری اشخاص کا تو ذکر ہی کیا ہے جو بلحاظ پیشہ ہلاکت کیواسطے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ مدعیان زمانت کے جوق در جوق مثلاً پروفیسر، ملکی ریفارمر، طلباء، تاجر، سوداگر ان جاپانیوں، انگریزوں اور اہل امریکہ کو سب ہی ہیں جنگ پر کل ہی بے اعتنائی سے دیکھ رہے تھے۔ اور بلا کسی اکراہ و اجبار کے زار کی تائید کر رہے ہیں اور اسکو یقین دلا رہے ہیں کہ اسکی خاطر اپنی جانیں نثار کرنے کو تیار اور آمادہ ہیں۔

اس بدبخت مبتلائے مصیبت نوجوان نے جو ستاسی کروڑ جانوں کا لیڈر تسلیم کیا جاتا ہے بارہا لوگوں کو دھوکا دیا ہے اور پھر اپنے بیان کی خود تردید کرنے کو مجبور ہوا ہے اور پرنٹ آف پیس کا لقب پا کر شکریہ ادا کرتا رہا ہے اور اب ان بیرکت دیتا رہا ہے جو کہ یہ محض ہلاکت اور ان املاک کی حفاظت کیواسطے اپنا کہتا ہے جن کی نسبت یہ اپنا ملک ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں کر سکتا۔

متمول لوگ تو اپنی مرام کی کمائی کا برا حصہ تمام حصہ بھی ہلاکت کے کام کے واسطے یا زمین جیلن کسی دیگر مدعا کیواسطے نہیں دیتے جس کا اخیر میں اسی کے ساتھ تعلق ثابت ہو۔ مگر غریب محتاج جن سے بیس لاکھ پونڈ سالانہ وصول کیا جاتا ہے جنگ کے موقعوں پر پائی پائی ادا کرتے ہیں۔ گورنمنٹ بیشتر آوارہ گردوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ زار کی تصویریں اٹھا کر قصبات کے گلی کوچوں میں آفرین اور تحسین کے گیت گاتے پھریں اور حب الوطنی کی آڑ میں بے اعتدالیان کرنے کے واسطے لائسنس لئے پھریں اور تمام روسی ملک میں شاہی محل سے لیکر بعید سے بعید دیہات تک گرجوں کے پادری جو عیسائی کہلاتے ہیں اس خداوند یا دگار میں دعائیں مانگ رہے ہیں (جو لوگوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ پیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود ہی محبت کا خداوند کہلاتا ہے) کہ وہ نہیں ہلاکت کے شیطانی کام میں مدد دے۔ (باقی آئندہ) (وطن)

ریمارک

ہندوستان

اس نام کا جدید اخبار پنجاب کے دارالسلطنت لاہور سے ۲۶ اگست ۱۹۰۴ء کو نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس اخبار کے اجرا کی غرض اور موضوع اس کے نام میں مذکور ہے اگر ہندوستان اپنے خاص مفہوم کیطرف نہ گیا بلکہ اس نے عام مفہوم کو مد نظر رکھکر ہندوستانیوں کی خدمت شروع کی جسکی ہمیں توقع ہونی چاہیئے تو کچھ شک نہیں کہ اخباری دنیا میں یہ ایک مفید اور قابل قدر اضافہ ہوگا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر ہمارے پرانے دوست منشی دینا ناتھ صاحب حافظ آبادی ہیں جنہوں نے کئی سال تک پیسہ اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں قابلیت کے ساتھ کام کیا ہے۔ اور بحیثیت انکو اخبار کے مفید اور با مذاق بنانے کا خاص تجربہ حاصل ہو رہا ہے ہمیں ذاتی علم ہے کہ اس اخبار کے اجرا پر انہوں نے ملک سے نہایت مسرت کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا ہے جو منشی دینا ناتھ صاحب کی حوصلہ افزائی کیلئے کافی ہے جہاں ہمارے دوست ویسی پر ہمیں ایک اخبار نویس کی قابلیت اور تجربہ کسی اخبار کی شہرت اور قیمت سے تعلق رکھتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہندوستان کو منشی دینا ناتھ صاحب کی ایڈیٹری میں حاصل ہے۔ اور کامیابی تو فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اسلئے ہم چاہتے ہیں

کہ خدا تعالیٰ ہمارے بھائی کو کامیاب کرے اور وہ ہندوستان کیلئے ایک مفید ملکی خادم ثابت ہو۔ اس اخبار کی سالانہ قیمت تین روپیہ ہے جو بلحاظ ... کے لحاظ سے زیادہ ہے۔ کاغذ اور چھپائی بھی عمدہ ہے اور توجہ کر جاتی ہے۔ منشی دینا ناتھ صاحب نے اس اخبار کی تعداد میں شائع کرنا شروع کیا ہے اور تاجروں اور ایڈورٹائزروں کیلئے خصوصاً توجہ دلاتے ہیں وہ ہندوستان لاہور سے منگوا سکیگا۔

اطلاع ضروری

بارہا گذارش کیگئی ہے لیکن ہمارے ناظرین کچھ ایسے زیادہ مصروف اور عدیم الفرصت ہیں کہ وہ اپنی اس خط و کتابت میں جو اخبار کے متعلق ہوتی ہے اپنا نمبر خریداری نہیں لکھتے۔ اور انہیں یہ یقین ہو کہ ہر روز نمبر دیکھنے کیلئے کارپردازوں کو کوئی تکلیف انکی فرمائش کی تعمیل میں نہیں ہوتی۔ اگر وہ ایسا سمجھتے ہیں تو یقیناً غلطی پر ہیں۔ آئندہ کیلئے یہ یاد رہے کہ کسی ایسی تحریر کی تعمیل ہرگز نہ ہوگی جس میں نمبر خریداری نہ ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ نمبر خریداری رجسٹر کا ایک نمبر ہے کے علاوہ جو لفافے کے ساتھ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ پس اگر آئندہ کسی ایسے بزرگ کی خط کی تعمیل نہ ہوئی تو ہمارا دفتر بری الذمہ ہوگا۔

۲۔ ایسے بزرگ جو الحکم میں اپنے تبدیلی ہونے پر تبدیلی پتہ کی اطلاع دفتر میں نہیں بھیجتے اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہماری تبدیلی کا علم ہو جائیگا۔ اور جب اخبار ان کو نہیں پہنچتا تو پھر شکایت کرتے ہیں۔ ایسی شکایتیں اسوقت توجہ ہوگی جب تبدیلی پتہ کی اطلاع دیجائیگی۔

۳۔ عدم رسیدی اخبار کی شکایت اسی ہفتہ کر دینی چاہیے جس ہفتہ اخبار نہ پہونچے۔ بعض اخبار دو دو نمبروں کے نام سے شائع ہوئے ہیں اسلئے یہ پرچہ شائع ہوتے ہیں لیکن ۱۰ ستمبر ۱۹۰۴ء کے بعد انشاء اللہ باقاعدہ ہفتہ وار اخبار ہو جائیگا۔

۴۔ بعض خریداران الحکم باوجودیکہ الحکم میں متفرق حساب کیلئے بارہا نوٹس دیا گیا ہے توجہ نہیں فرماتے اور نہ خط و کتابت کا جواب دیتے ہیں اور بصورت ارسال وی پی امانت میں رکھ کر مہذب پیرایہ میں انکار کرکے چٹھی رسان کے ذمہ شکایت واپسی ہوتی ہے ہم ان کی مہربانی اور خوش معاملگی کا یہی بڑا ثبوت سمجھیں گے کہ وہ اپنے قلم سے اگر چندہ اخبار نہیں دے سکتے تو خریداری جاری نہیں رکھ سکتے۔ الگ سمجھیں کہ اخبار بند کر دیا جاوے اور ۱۰ ستمبر کے بعد ہم تمام بقایا داروں کے نام وی پی اسقدر رقم کی بھیجینگے جو ان کے ذمہ ہے۔ جو صاحب اگر انکار کرینگے تو آئندہ اخبار بالکل بند کر دینگے اور وصول بقایا کیلئے قوم کے وکیلا اور ان کے ہمسایہ احباب سے مدد لینگے۔ جسکو ہم مناسب نہ آسان ہے لیکن ان قومی جفاکاروں کا مدد ناکس کر دینے کو دیا جاتا ہے جو ایک طرف تو وعدہ پر وعدہ کرتے جاتے ہیں اور اخبار بند کرنے کی صورت میں کاٹ دینے میں اور دوسری طرف یہ ہے یہ سلوک روا رکھتے ہیں گزرا واجب ہی نہیں دینا چاہتے چہ جائیکہ وہ اپنا قومی اخلاق ...

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کی اہتمام سے چھپکر شائع ہوا